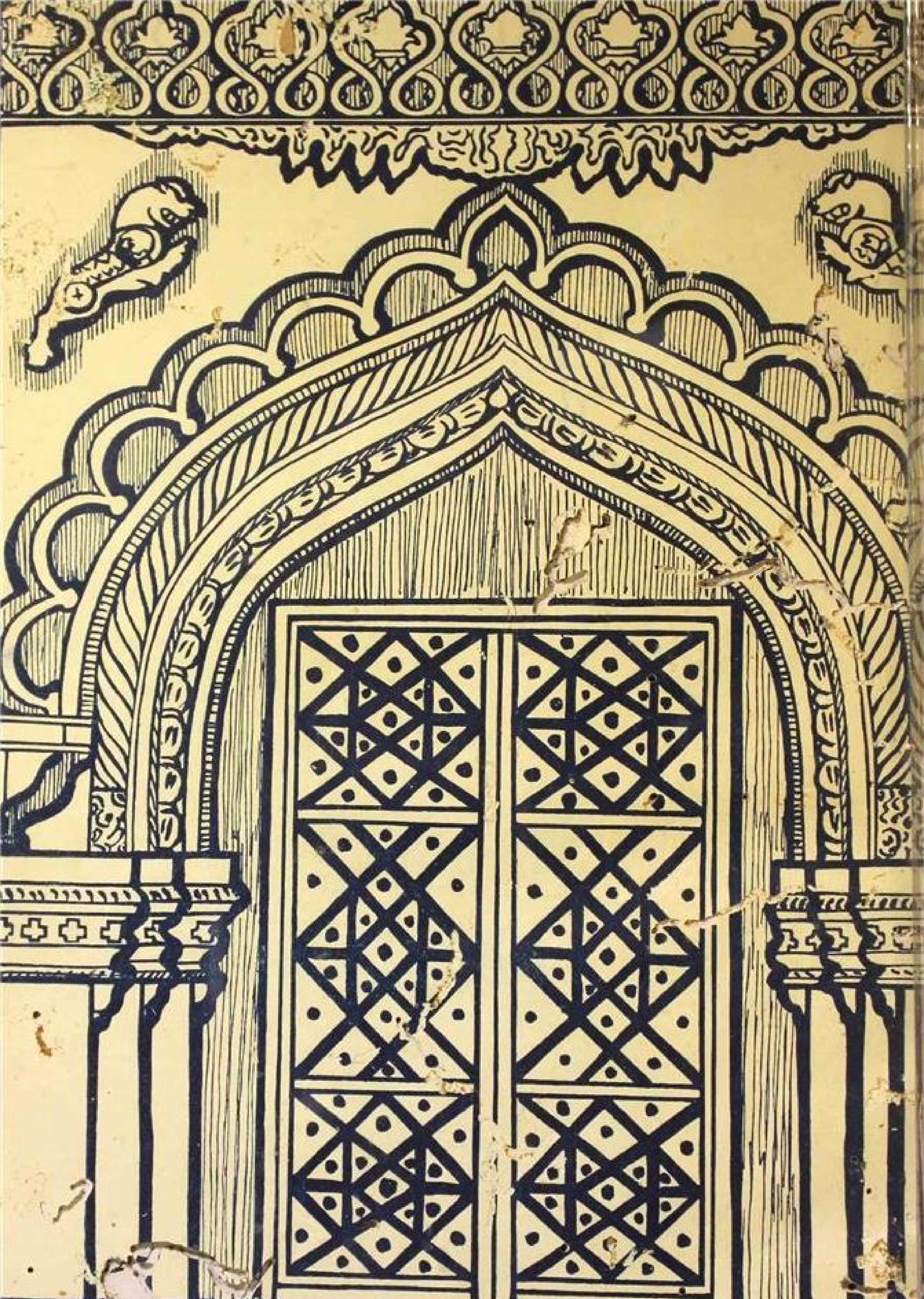

مثنوی

چندر بدن و مہیار

مثنوی

چندر بدن و مہیار

تصنیف

مرزا محمد مقیم مقیمی بیجاپوری

مرتبہ

محمد اکبر الدین صدیقی ام۔اے

لکچرار سٹی کالج (عثمانیہ یونیورسٹی)

سنہ ۱۹۵۶ء

مجلس اشاعت دکنی مخطوطات

اور

دکھنی ساہتیہ پرکاشن سمیتی

کی مشترکہ کمیٹی کی سرپرستی میں شایع ہوئی۔

طبع اوّل

قیمت

اعجاز پرنٹنگ پریس چھتہ بازار حیدرآباد دکن

Hanif Razvi

مُقدّمہ

تاریخی جائزہ | بہمنی بادشاہوں نے جہاں اپنی سلطنت میں توسیع کی اور مقبوضہ علاقوں میں بہتر انتظام کی کوششیں کیں وہیں علم و ادب سے بھی کافی دلچسپی کا اظہار کیا۔ بعض بادشاہ بجو خود عالم تھے انھوں نے علم اور علما کی قدردانی میں کوئی کسر نہ اُٹھا رکھی مثلاً محمد شاہ بہمنی (۱۳۷۸ تا ۱۳۹۷) کے دور میں فضل اللہ انجو شیراز سے آئے اور صدر جہاں کے معزز عہدے پر فائز ہوے۔ ان کے ساتھ اور بہت سے علما ایران سے یہاں آئے اور حضرت حافظ شیرازؒ کو بھی دکن آنے کی دعوت دی گئی اور بہمنی دربار سے آپ کے لیے زادِ راہ بھی بھیجا گیا لیکن حضرتِ حافظ نے معذرت چاہی اور شکریہ کے طور پر ایک غزل بھیجی جس کا مطلع اور مقطع یہ ہے۔

دمے با غم بسر بردن جہاں یکسر نمی ارزد بہ مے بفروش دلقِ ما کزیں بہتر نمی ارزد
چو حافظ در قناعت کوش واز دنیائے دوں بگذر کہ یک جو منت دوناں بصد من زر نمی ارزد

اس کے صلے میں سیّد محمد قاسم مشہدی کے ذریعے دربار بہمنی سے ایک ہزار اشرفی خواجہ حافظ کو بھیجی گئیں۔ فیروز شاہ بہمنی (۱۳۹۷۔ ۱۴۲۲) کے عہد میں ... بعد

Hanif Razvi

بہت سے علما و صوفیا تشریف لائے۔ حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو درازؒ نے بھی گلبرگہ میں قدم رنجہ فرمایا اور اپنے فیضِ باطن و ظاہر سے عوام کو مستفید کرنا شروع کیا۔ احمد شاہ بہمنی (۱۴۲۲۔۱۴۳۵) کے دور میں شیخ آذری اسفرائن سے آئے اور حکم شاہی کی بنا پر بہمن نامہ تصنیف کیا ان کی واپسی پر ملا نظری نے اس کی تکمیل کی۔ ملک التجار خواجہ محمود گاواں بھی اسی زمانے میں آئے ان کے ساتھ بہت سے علما تھے اور بیدر میں جو ۱۴۲۹ء میں پایۂ تخت بن چکا تھا اپنا مشہورِ عالم مدرسہ قائم کیا (۱۴۷۲ء) اور درس و تدریس کے لیے علما کو دعوت دے کر طلب کیا۔ محمود گاواں کی علم دوستی اور فیاضی کا شہرہ مولانا عبدالرحمٰن جامی کے کانوں تک پہنچا اور انھوں نے محمود گاواں کی شان میں ایک قصیدہ لکھا لیکن اس کے قتل نے ($\frac{۸۸۶ھ}{۱۴۸۱ء}$) عوام کو بدظن کر دیا۔ سلطنت کی بنیادیں ہل گئیں۔ جوں توں محمود شاہ نے ۳۷ سال امورِ سلطنت انجام دیئے لیکن سلطنت پارہ پارہ ہو گئی اور جگہ جگہ بغاوتیں ہونے لگیں آخر ۱۵۲۷ء میں بہمنی سلطنت کا خاتمہ ہو گیا اور یہ پانچ حصوں میں بٹ گئی۔

گولکنڈہ (قطب شاہی) بیجاپور (عادل شاہی) احمد نگر (نظام شاہی) بیدر (برید شاہی) اور [illegible] (عماد شاہی)

بہر

Hanif Razvi

لیکن آخری دو سلطنتیں طویل عرصے تک نہ رہ سکیں بلکہ برار، احمد نگر میں اور بیدر بیجاپور میں شامل ہو گیا۔ احمد نگر کے ابتدائی دور میں علما کا ورود ہوتا رہا لیکن اس سلطنت کے حالات کبھی پُرسکون نہ رہے بیرونی خطرات کے علاوہ اندرونی خلفشار بھی بہت زیادہ تھا اس لیے اکثر علما نے ہمسایہ سلطنت بیجاپور کا رُخ کیا۔

عادل شاہی سلطنت

یوسف عادل خاں نے ۸۹۵/۱۴۹۰ تا ۹۱۶/۱۵۱۱ء اپنی خود مختاری کا اعلان کیا اور اپنے صوبے کے مستقر بیجاپور کو اپنی سلطنتِ عادل شاہی کا پایہ تخت بنایا۔ یوسف عادل خاں سوائی خواجہ محمود گاواں کا منہ بولا بیٹا تھا اور اس تعلق سے عادل خاں صاحبِ سیف بھی تھا اور صاحبِ قلم بھی۔ اس کی وفات پر اس کا بیٹا اسمٰعیل عادل شاہ (۹۱۶/۱۵۱۱ تا ۹۴۱/۱۵۳۴) تخت نشین ہوا۔ یہ ہر دو بادشاہ فارسی کے قادر الکلام شاعر گزرے ہیں۔ ابراہیم عادل شاہِ اول (۹۴۱/۱۵۳۴ - ۹۶۵/۱۵۵۷) اور پھر اس کا بیٹا علی عادل شاہِ اول تخت نشین ہوئے اور ان کے دور میں بھی بہت سے شعرا مورخ اور علما ایران سے آتے اور شاہی سرپرستی سے فیض یاب ہوتے رہے انھیں کے دَور میں نظام شاہی سلطنت کے علما نے بھی بیجاپور کا رُخ کیا چنانچہ ملا محمد رضائی مشہدی، شاہ نواز خاں اور محمد قاسم فرشتہ علی عادل شاہ اوّل کے دربار میں آئے۔ ابراہیم عادل شاہ ثانی (۹۸۸/۱۵۷۹ - ۱۰۳۷/۱۶۲۸) صرف نو سال کی عمر

عمر میں تخت نشین ہوا لیکن اس کی تربیت چاند بی بی جیسی مدبر اور زمانہ شناس خاتون کے ہاتھوں ہوئی اور اس نے اپنے عہد میں علما و فضلا کو اس طرح اپنے دربار میں جمع کرلیا کہ اس پر یہ شعر صادق آنے لگا۔

ہر کجا چشمۂ بود شیریں　　　مردم و مرغ و مور گرد آیند

وہ فنونِ لطیفہ کا بے حد دلدادہ تھا۔ ہو سکتا ہے کہ متولیان ریاست نے اس کو لہو و لعب میں ڈالنے کی نیت سے تربیت دی ہو لیکن اپنے فطری ذوق کی بنا پر اس نے ان فنون میں خصوصاً موسیقی، خطاطی اور تعمیر میں بڑا نام پیدا کیا۔ اس کی کتاب "نورس" اور اس پر ملا نورالدین ظہوری کے مقدمہ "سہ نثر" نے عالمگیر مقبولیت حاصل کی۔ اس کے دربار میں فارسی کے شعرا کی کثرت تھی لیکن دکھنی زبان کے ادیب اور شعرا ابھی قدم آگے بڑھا رہے تھے۔ لیکن اس کے لڑکے محمد عادل شاہ (۱۰۳۷ تا ۱۰۶۷ / ۱۶۲۸ تا ۱۶۵۶) کے دور میں دکھنی شعرائے بعض ایسے کارنامے منظرِ عام پر لائے اور دکھنی زبان کا پلہ اتنا اونچا کر دیا کہ فارسی کے اساتذۂ سخن نے اپنی زبان کو چھوڑ کر دکھنی زبان میں شعر کہنا شروع کیا۔ سلطان محمد عادل شاہ کا دور اس لحاظ سے کافی اہمیت رکھتا ہے کہ اس کے دربار میں فارسی اور دکھنی کے بڑے بڑے شعرا موجود تھے شعرا میں ملک قمی، حکیم محمد امین آتشی، مرزا محمد مقیم رضوی مقیمی، عبدل، شوقی، صنعتی

Hanif Razvi

ملک خوشنود، ہستی، دولت اور نصرتی نے کافی شہرت پائی اور اپنے گرانقدر کارنامے چھوڑے۔

مورخین میں میر محمد قاسم فرشتہ تھا جس نے اپنی مشہور تاریخ "نورس نامہ" ۱۰۱۵ھ میں ابراہیم عادل شاہ ثانی کے حکم سے لکھی جو تاریخِ فرشتہ کے نام سے شہرت حاصل کر چکی ہے۔ فرزدنی استرآبادی نے ۱۰۵۰ھ میں "فتوحات عادل شاہ" لکھی ۱۰۵۷ھ میں اس میں اضافہ کیا گیا۔ اس کا ایک نسخہ جو کبھی نواب ارکاٹ کے کتب خانے کی زینت تھا اب برٹش میوزیم میں موجود ہے۔ ابراہیم زبیری نے "بساتین السلاطین" لکھی اور قاضی سید نور اللہ نے "تاریخ علی عادل شاہ" مرتب کی۔ ملا محمد ظہور ابن ملا نور الدین ظہوری نے "محمد نامہ" نظم کیا اور مرزا رفیع الدین حسین شیرازی نے "احوال سلاطین دکن" قلمبند کئے۔ خان بابا ملا محمد حسین نے محمد عادل شاہ کے عہد میں اس کی تکمیل کی۔ "انور نامہ" محمد اسمعیل ابجدی کی تصنیف اسی عہد کی یادگار ہے۔

مقیمی کے حالات

حکیم مرزا محمد مقیم رضوی مشہدی کے حالات بہت کم تاریخوں میں ملتے ہیں۔ اس کی خود کوئی ایسی تصنیف نہیں مل سکی جس میں اس نے اپنے بھی کچھ حالات بیان کئے ہوں۔ دکھنی ادب پر مختصر سا تبصرہ "اردوئے قدیم" میں کیا گیا اور اس کے بعد ڈاکٹر زور کی تصنیف "اردو شہ پارے" شائع ہوئی۔ "یورپ میں دکھنی مخطوطات" لکھتے وقت ہاشمی صاحب نے اسی کو ماخذ بنایا۔

Hanif Razvi

اس طرح مقیمی کے حالات تاریکی میں ہیں اور ان میں بہت کم معلومات دی گئی ہیں اس دور کے مورخین نے تاریخی کتابوں میں شعرا کے تفصیلی حالات لکھنا غیر ضروری اور اپنے موضوع سے خارج سمجھا البتہ ایسے شعرا کا ذکر آجاتا ہے جنھوں نے سفارتی فرائض انجام دیئے۔

مقیمی کے والد

مقیمی کے والد کا ذکر صاحب "برہان مآثر" نے صرف دو تین مقامات پر کیا ہے اور اسی کی ایک تحریر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مقیمی کے والد کا نام میر محمد رضا رضوی مشہدی تھا۔ وہ لکھتا ہے۔

"چوں عادل شاہ از حرکت موکب جہاں پناہ (یعنی نظام شاہ) آگاہ شد حضرت سیادت پناہ، نجابت وہدایت دستگاہ، زبدہ اولاد مرتضوی میر محمد رضا رضوی مشہدی را بہ رسم رسالت وحجابت بہ درگاہ فلک اشتباہ فرستاد کہ اگر در خاطر اشرف انور غباری ازرہ گزری عادل شاہ بودہ باشد در رفع آں کوشیدہ اصلاح ذات البین نصب العین سازد" ص ۴۱۷۔

باپ اور بیٹے دونوں کے تعلق سے ص ۵۰۲ پر یہ تحریر ہے۔

"از جملہ سادات صحیح النسب سیادت ونقابت پناہ، نجابت وہدایت دستگاہ میرزا محمد مقیم ابن سیادت ونقابت پناہ نجابت وہدایت دستگاہ شحنۃ السادات

Hanif Razvi

والتقیاء النظام میر محمد رضا رضوی مشہدی بر دیگراں سبقت جستہ سخنان موثر بعرض رسانید تا ذات اقدس و اعلیٰ (نظام شاہ) فتح آں عزیمت فرمودہ بر عجزہ و زیر دستاں مہربان گردید۔"

تیسرا اقتباس "برہان مآثر" ص ۵۵۷ سے حسب ذیل ہے۔

"چوں وے مولانا عنایت در مہم وکالت و امور سلطنت استقلال یافت اکثر ارکانِ دولت داعیان حضرت خصوصاً غریباں (یعنی غیر ملکی ایران اور ترکستان سے آئے ہوئے لوگ) را مثل قاسم بیگ و حکیم مصری و مرزا محمد تقی و امین الملک و حبیب خاں و شاہ رفیع الدین حسین و میرزا محمد مقیم رضوی و دیگراں گرفتہ بقلاع و حصون دور دست فرستاد۔"

میر محمد قاسم فرشتہ نے لکھا ہے کہ

"مرتضیٰ نظام شاہ بحری نے علی عادل شاہ کے مطالبہ پر اپنے دو خواجہ سراؤں کو بھیجا ان میں ایک بڑے خواجہ سرا نے موقع پاکر علی عادل کا کام تمام کر دیا پنجشنبہ ۲۳ صفر ۹۸۸ھ کو بادشاہ نے رحلت کی اس کی تاریخ "ظلم دید" سے نکلتی ہے۔ ملا رضائی مشہدی نے علی عادل کی وفات کا مرثیہ موزوں کیا۔" "تاریخ فرشتہ" جلد چہارم اردو ایڈیشن ص ۱۴۴

ان اقتباسات سے ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ مقیمی کے والد ملا رضائی ۹۸۸ھ

Hanif Razvi

میں بیجاپور میں موجود تھے۔ "برہان مآثر" ۱۰۳۸ھ میں تکمیل پائی اس وقت ابراہیم عادل شاہ ثانی کو انتقال کیے ایک سال گزر چکا تھا اور محمد عادل شاہ سریر آرائے سلطنت تھا۔ ڈاکٹر زور نے لکھا ہے کہ قزوینی استرآبادی نے جب اپنی تاریخ ختم کی ہے تو یہ تقریباً نوجوان تھا لیکن اس پر اس تاریخ میں اس کا ذکر ہے اور اس میں مقیمی کو عالم نہیں تو اچھا شاعر ضرور بتلایا گیا ہے۔ پیرزادہ غلام محی الدین نے اپنی کتاب "احوال سلاطین بیجاپور" میں مقیمی کی شاعری کی بہت کچھ تعریف و توصیف کی ہے اس کی ترتیب کے وقت یہ بلند پایہ شعرا میں شمار کیا جاتا تھا۔ اس کے فارسی دیوان نے ادبی حیثیت سے بہت شہرت حاصل کر لی تھی۔

ابراہیم زبیری صاحب "بساتین السلاطین" نے حکیم آتشی کے ذکر کے بعد مرزا محمد مقیم کے متعلق لکھا ہے "باستقامت طبع مستقیم در اقسام شعر روشناس ہفت اقلیم و در معنی طرازی و لفظ پردازی بے عدیل و سہیم رتبہ سخن سنجش از آں بالاتر است کہ باندازہ توصیف تواں دست براں یافت۔ از نم چشمہ زار دوات آب حیات در کام تشنہ لباں چشمہ حیواں می چکاند۔ در شکستہ نویسی زلف دلاویز خوباں را ریختہ قلم خود می داند خورشید جہاں تاب از خط شعاعی بہ جدول کشی دیوانش فرو آوردہ و سپہر دوار گنجینہ جواہر انجم را بہ کلک گوہر نگار او سپردہ۔"

Hanif Razvi

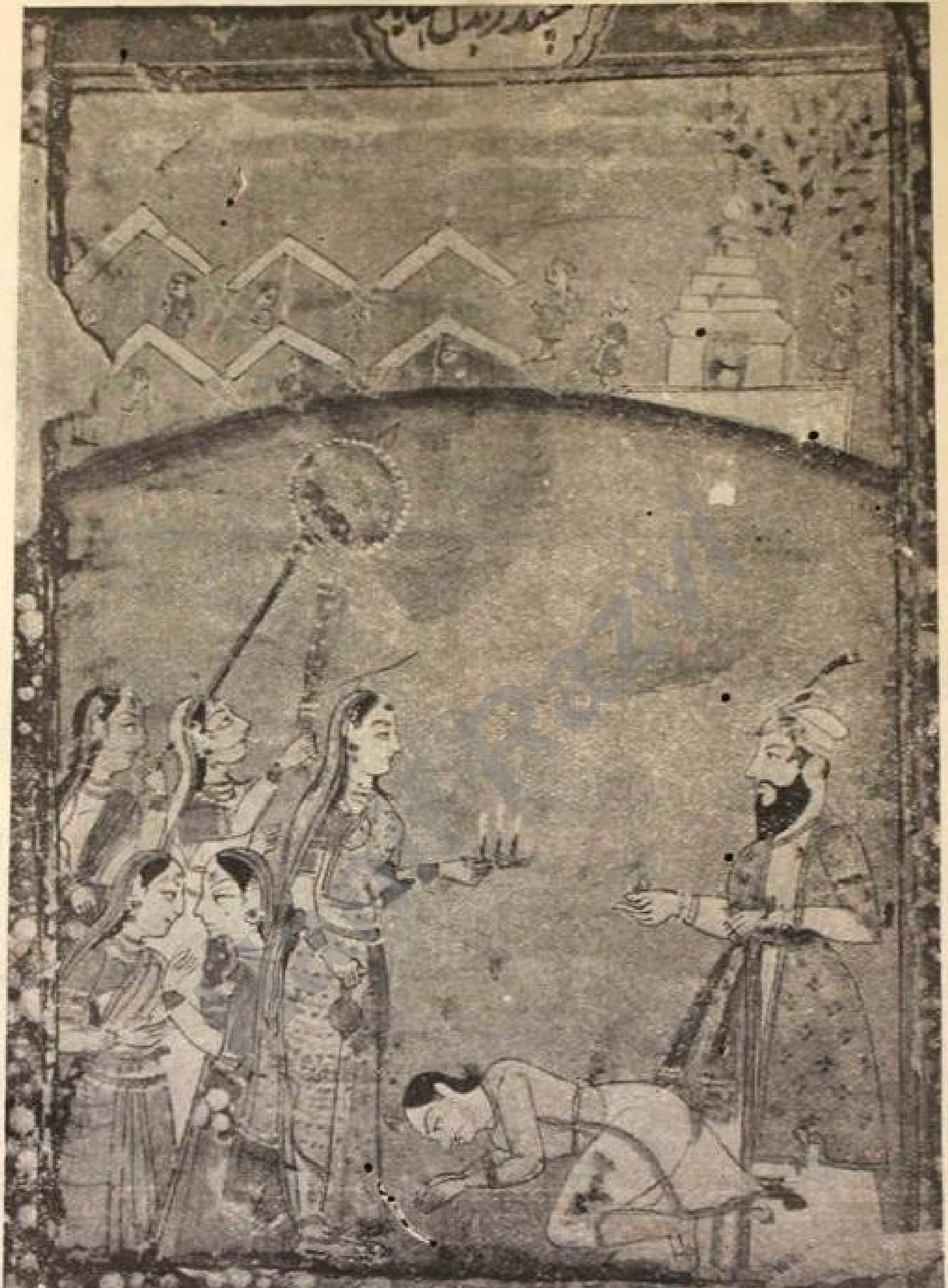

کہ جوں نازماتی وو چند ربدن   نکل آئی اس دیو پوجا کرن
دیکھ اس پری کوں دیوانہ ولے   پڑیا دوڑ کر جا وو قدماں تلے
ہوا مست جب دیکھ گرنے لگیا   پکڑ پاؤں پانوں سوں پڑنے لگیا

Hanif Razvi

محمد عادل شاہ

تذکرہ نگاروں نے مقیمی کی طرف بہت کم توجہ کی ہے۔ نواب صدیق حسین خاں نے اپنے تذکرہ "بہار گلشن مسمی بہ نگارستان سخن" میں مقیم تخلص رکھنے والے سات شاعروں کے نام دیئے ہیں۔ ایک کا تخلص مقیما ہے ایک کا مقیمائی اور ایک کا مقیمی۔ ان دس شعرا میں سات ایرانی نژاد ہیں اور تین ہندوستانی، صرف ایک مقیم استرآبادی کا ہے اور کوئی مشہدی نہیں۔ ہم اس تذکرے سے کچھ زیادہ استفادہ نہیں کر سکتے اس لیے کہ ہر شاعر کے متعلق کہیں آدھی سطر لکھی ہے اور کہیں ایک سطر۔ تواریخ کا بھی کہیں ذکر نہیں اور نمونہ کلام میں صرف ایک شعر پر ہی اکتفا کیا گیا ہے۔

مرزا محمد مقیم سلمی کا ایک دیوان خمسہ خود اس کے ہاتھ کا لکھا ہوا کتب خانہ آصفیہ میں موجود ہے یہ دیوان نہایت خوش خط ہے ہر صفحے میں تین کالم کر کے ہر کالم میں آٹھ شعر ترچھے لکھے گئے ہیں اور کالموں اور حاشیوں کی لکیریں مطلا ہیں دیوان کی ابتدا میں قصائد ہیں اس کے بعد غزلیات، ترجیع بند، رباعیات و قطعات۔ مخزن الاسرار کے طرز پر ایک مثنوی ہے جس کا ابتدائی شعر ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ تیغ سیہ تاب نیام حکیم

اس مثنوی کے بعد ساقی نامہ اس شعر سے شروع ہوتا ہے۔

الہٰی بہ تسبیح مژگانِ تر ۔ بہ سیرابی لعل کانِ جگر

ساقی نامے کے ختم پر ایک مثنوی یوسف زلیخا ہے جو ۱۶۲ صفحات پر پھیلی ہوئی ہے اس کا پہلا شعر ہے۔

خداوندا غنچم مرد آزمادہ ⁂ کلیدِ گنجِ حکمت را بہ مادہ

اور آخر میں "مصنفہ و کاتبہ مرزا محمد مقیم سلمی" کے الفاظ تحریر ہیں۔ خط انتہائی نفیس اور پاکیزہ ہے گویا ہر سطر سلکِ مروارید ہے۔

ہمارا خیال ہے کہ چندر بدن و مہیار ہی کا مصنف مقیمی ہے جس کا ذکر ہم کرتے آرہے ہیں۔ اس کے چند اسباب و وجوہ حسب ذیل ہیں۔

دیوان کی ابتدا قصائد سے ہوتی ہے اس میں ایسے کئی قصائد ہیں جو محمد عادل شاہ کی مدح میں لکھے گئے ہیں۔ بعض اشعار پیش کیے جاتے ہیں۔

چو یابد نرگسِ بیمار از فیضِ ہوا صحت ⁂ دہد سلطان محمد شاہ غازی را خدا صحت

ایک قصیدے کا عنوان ہے مدح سلطان محمد عادل شاہ اور مطلع ہے۔

فروغِ شعلۂ ایمن فتد از دیدہ موسیٰ ⁂ اگر ساقی کشی بر قع ز روئے شیشۂ صہبا

ایک اور قصیدے کا مطلع اور اس کا دوسرا شعر ہے۔

بحرِ طبعم چوں بہ مدحِ شہ گہر زا می شود ⁂ بے کلیدِ سعی قفلِ خاطرم وا می شود

شاہِ عادل خسرو غازی محمد بادشاہ ⁂ خاکِ راہش سرمۂ چشم مسیحا می شود

تخلص کے ساتھ ایک قصیدے کے دو شعر یہ ہیں۔

بزورِ ناخنِ مدحت مقیم بکشاید | برشتۂ نفسش گرفتہ ہزار گرہ
سپہر مرتبہ سلطان محمد غازی | کہ بود بر تن خصمش خوردچو تاز گرہ

ایک قصیدے میں اپنا تخلص سلمی بھی استعمال کرتا ہے۔

کشتۂ فیضِ تو سلمی سرفراز | پادشاہی را بہ درباں دادہ

105/070
0011730

ایک قصیدے کے چار شعر حسب ذیل ہیں۔

جمشیدِ روزگار محمد کہ سکہ اش | چوں آفتاب بر سر شاہاں رواں بود
از دستِ حادثات زمانم بجات دہ | شاہا مقیم بندۂ ایں آستاں بود
تا آسماں بہ دَور نو ہیں چرخ می زند | بر روئے تخت خسرو صاحب قراں بود
گیرد بہ زیر سایۂ چترش فلک قرار | عمرش چو عمر خضر نبی جاوداں بود

اور کئی قصائد اور ترجیع بند محمد عادل شاہ اور علی عادل شاہ کی مدح میں موجود ہیں۔ ان کے علاوہ تاریخی قطعات بھی ہیں سب سے کم تاریخ کا قطعہ جو اس دیوان میں ملتا ہے وہ ۱۰۴۷ھ کا ہے جو علی عادل شاہ کی پیدائش کے موقع پر کہا گیا ہے جس کا شعر ہے۔

بگفتا کہ گردید دَورِ فلک
بکامِ شہنشاہِ روئے زمیں
۱۰۴۷ھ

اس کے ہاں ۱۰۴۲ھ اور ۱۰۴۹ھ کا بھی ایک ایک قطعہ ہے ۱۰۵۰ھ میں محمد عادل شاہ کی شادی کے موقع پر یہ قطعہ کہا ہے۔

خسروِ غازی محمد شاہ شد   بر مرادِ ہر دو عالم کامیاب
ہر طرف چوں بادمی گشتم مقیم   وز پے تاریخ می کردم حساب
سال ایں عقدِ گرامی گفت دل   ماہ آمد در کنار آفتاب
۱۰۵۰ھ

خان محمد وزیر السلطنت تھا علی عادل شاہ نے اس کو قتل کروا دیا۔ مرزا محمد مقیم نے اس قتل پر تاریخی قطعہ کہا۔ اس قطعہ سے سیاسی حالات کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔

شبی خاں محمد بخوابِ من آمد   تبسم کناں گفت دیدی چہ دیدیم
ندیدیم از ہیچکس روے یاری   فراز و نشیبِ جہاں را ندیدیم
چو تیغِ قضا پیکرِ ما بخوں شست   ازیں دیو مردم چو آہو رمیدیم
بگو سالِ تاریخ ما را کزیں دام   بہ بالِ ہمائے شہادت پریدیم
۱۰۶۷ھ

ایک اور تاریخ بھی ہے جس کا شعر ہے

سالِ تاریخ گشت تشنش سلمی   از چمن زود رفت ریحاں گفت
۱۰۶۷ھ

ان قطعات سے پتہ چلتا ہے کہ خان محمد اور مقیم میں اچھے تعلقات تھے اور

Hanif Razvi

یہ واقعہ ہے کہ علی عادل شاہ نے اپنی نادانی اور ناتجربہ کاری سے خان محمد کو درباریوں کے کہنے پر قتل کروا دیا چنانچہ دوسرے شعرا نے بھی اس کی ہمنوائی کی ہے اور "آہ خان محمد شہید" اور "دغا دادند" سے ۱۰۶۸ھ تاریخ نکالی ہے۔

ایک ترجیع بند سید ابو الحسن کی مدح میں بھی ہے جو اعیان سلطنت سے تھا جس کا شعر ہے۔

آنکہ مہرش چو جان اندر تن است   نائب مصطفےٰ ابو الحسن است

نواب سالار جنگ بہادر کے کتب خانے میں مرزا محمد مقیم کے دو دیوان ہیں لیکن یہ شاعر دسویں صدی ہجری کا ہے اور دیوان کی کتابت بھی قریب قریب اسی دور کی ہے اور یہ مقیم شیرازی ہے۔

ان حالات کی روشنی میں مرزا محمد مقیم سلمی مقیمی کے متعلق یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ استرآبادی نہیں بلکہ مشہدی ہے میر محمد رضا رضوی (ملا رضائی) اس کے والد کا نام ہے ان دونوں نے اپنے زہد و تقویٰ اور علم و فضل کی بدولت عوام میں نمایاں مقام حاصل کیا تھا اور ابراہیم عادل شاہ اور سلطان محمد عادل شاہ کے دورِ حکومت میں نظام شاہی اور قطب شاہی درباروں میں سفارت کے فرائض انجام دیئے اور بعض لڑائیوں میں سلطان محمد عادل شاہ کے ہم رکاب رہا اور اس کے بعد علی عادل شاہ

Hanif Razvi

(۱۰۶۷/۱۶۵۶ تا ۱۰۸۲/۱۶۷۱) کے دربار میں بھی ممتاز مقام رکھتا تھا۔

ایک اور تاریخ "گلدستۂ بیجاپور" ہے جس کو خواجہ میر احمد علی خاں نے نواب دلیر جنگ حاکم شاہ نور (بیجاپور دکن) کی فرمائش پر ۱۲۷۷/۱۸۶۰ میں فارسی میں لکھا یہ کتاب طبع ہو چکی ہے لیکن کمیاب ہے ۱۲۷۹ھ میں دلیر جنگ کے بیٹے ابوالقاسم خاں نے اسی کتاب کا ترجمہ خود مصنف ہی سے کروایا اس میں سلطان محمد عادل شاہ کے بیٹے علی عادل شاہ کے دور کے حالات تفصیل سے دیئے ہیں۔ اس میں نصرتی کو ملک الشعرا بتلاتے ہوئے لکھتے ہیں کہ آتشی، مقیمی، دولت اور شاہ نور اللہ فارسی کے علاوہ ہندی میں بھی شعر کہتے تھے۔ ہندی سے مراد دکھنی زبان ہے۔ اس کا اقتباس حسب ذیل ہے۔

"دوسرے عمدہ اکابران دہر استاد زماں سید نور اللہ خلف استاد العلما سید محمد علی جو باوجود تحصیلات علوم معقول و منقول کے حقیقت سے اہلِ سخن کے بھی کما حقہٗ آگاہی رکھتے تھے اور اشعار آبدار بھی گاہ گاہ فرمایا کرتے تھے جو نتائجِ طبع سے ان کے "تاریخ عادل شاہی" بہ زبانِ فارسی سے تاریخ اس شہریار عالی تبار کی لکھے ہیں تیسرے حکیم آتشی کہ فکر بلند اس کی رتبہ سنج طارم اعلیٰ کی تھی چوتھا مرزا مقیم کہ معنی طرازی و لفظ پردازی میں عدیل و سہیم نہیں رکھتا تھا پانچواں دولت شاہ جو اورنگ نشین

Hanif Razvi

کشورِ سخنوری کا تھا اور ملا نصرتی شاعرِ ہندی گو تھا شاہ نور اللہ و ملا مقیم و مرزا دولت شاہ و حکیم آتشی اکثر فارسی گو تھے اور ہندی شعر بھی کہتے تھے اور سوائے انھوں کے بہت شعرا فارسی گو اور ہندی بھی تھے چنانچہ ان میں سے ہاشمی نے "احسن القصص" کو زبانِ ہندی سے شعر پردازی کر کے دادِ سخن کا دیا ہے۔ اور رسالہ "نجات نامہ" بھی نتائج طبع سے اس کے ہے اور عبد اللطیف اور عبد النبی اکثر قصائد بہ فصاحت و بلاغت تمام زبان فارسی سے کہے ہیں الغرض اسی شہریار عالی تبار کے عصر میں بیجاپور مجمعِ تھا اور شعرا و فضلا و زہاد و صلحا و اولیا جمیع اہلِ فنون بارگاہ سلطنت میں اس کے حاضر تھے۔"

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مقیمی نے فارسی کے ساتھ ساتھ دکھنی زبان میں بھی شاعری کی چنانچہ اسی کے ایک معاصر امین نے اپنی مثنوی "بہرام و حسن بانو" میں قصہ لکھنے کا سبب یہ بتلایا ہے کہ مقیمی کی طرح میں بھی کوئی قصہ لکھوں چنانچہ کہتا ہے کہ

یکایک مرے دل پہ آیا خیال　　قصہ یک کہوں میں مقیمی مثال

اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ مقیمی اور اس کے قصے کی شہرت بہت عام ہو گئی تھی اور دکھنی زبان کی اس مقبولیت کو دیکھ کر فارسی کے بڑے بڑے شعرا اس زبان میں شعر کہہ رہے تھے چنانچہ جب امین نے اس قصے کو نا مکمل

رکھ کر انتقال کیا تو بیجاپور کے ایک صوفی منش بزرگ مرزا دولت شاہ دولت نے اس کی تکمیل کی کہتے ہیں۔

ہوئے بیت صد چار اور اک ہزار — بیاں اس کا دولت کیا آشکار
امین نے جو ناقص رکھا تھا اوسے — کہ دولت نے پورا کیا اب اوسے

ڈاکٹر زور نے اس کی تکمیل کا سن ۱۰۴۸ھ بتلایا ہے ہو سکتا ہے کہ یہ امین کی مثنوی کا سن ہو۔ ہاشمی صاحب نے اپنی کتاب "یورپ میں دکھنی مخطوطات" میں مثنوی کے یہ دو شعر دئے ہیں۔

سنہ اک ہزار اور پنجاہ میں — جمعہ روز (؟) ربیع ماہ میں
بفضلِ الٰہی کیا میں نظم — بتاریخ چہارم کیتا ختم

اس طرح یہ کتاب ۱۰۵۰ھ میں مکمل ہوئی۔

ڈاکٹر زور نے "حدیقۃ السلاطین" (سوانح عبد اللہ قطب شاہ) میں مقیم کا تذکرہ ہونا بیان کیا ہے۔ "حدیقۃ السلاطین" کے الفاظ حسب ذیل ہیں۔

"مصطفیٰ خاں پیشوائے عادل شاہ بخدمت آصف خاں رفتہ سخن صلح درمیان آوردہ پیشکش سابق را قبول نمودہ بود و ہر روز فرامین تاکید اعلیٰ حضرت شاہ جہاں بہ آصف خاں بہ جہت تسخیر بیجاپور میرسید و ملا محمد مقیم کہ در بیجاپور بہ حجابت رفتہ بود

Hanif Razvi

اخبار آنجا را بخدمت ملازمان بارگاہ گیتی پناہ (عبداللہ قطب شاہ) اعلام می نمود۔"

یہ واقعہ ۱۰۴۱ھ کا ہے جبکہ شاہ جہاں کے حکم سے آصف خاں نے بیجاپور کا محاصرہ کیا تھا۔ اگر برہان مآثر کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ مرتضیٰ نظام شاہ کی تخت نشینی سے قبل جو بدنظمیاں اور خانہ جنگی کی کیفیت پیدا ہوئی تھی اس وقت بھی اور اس سے پہلے بھی بہت سے علما و فضلا احمد نگر سے بیجاپور اور گولکنڈہ آرہے تھے ملا محمد رضائی کا ذکر احمد نگر کے تعلق سے بھی ملتا ہے اس کا امکان ہے کہ ملا رضائی بیجاپور آئے ہوں اور اس کے بعد بیجاپور سے گولکنڈہ گئے ہوں۔ مذہب امامیہ کے تعلق سے ملا رضائی اور ملا محمد مقیم کا جو مرتبہ صاحب برہان مآثر نے بتلایا ہے اس سے بھی اس کی تصدیق ہوتی ہے۔ گولکنڈے کے دربار میں اہل تشیع حضرات کا جو مقام رہا اس سے تاریخ داں حضرات ناواقف نہیں ہیں۔ اس طرح ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ دونوں نام ایک ہی شخص کے ہیں جب تک تاریخی مواد نہ ملے کوئی قطعیت نہیں دی جاسکتی۔

پیدائش

مقیمی کے متعلق مندرجہ بالا حالات اس امر کی شہادت فراہم کرتے ہیں کہ وہ ایران سے نہیں آیا بلکہ یہیں پیدا ہوا اس لیے کہ علی عادل شاہ اول کی وفات (۹۸۸ھ) پر ملا رضائی مرثیہ لکھتے ہیں گویا انھوں نے مستقل طور پر

Hanif Razvi

بیجاپور کا ابراہام اختیار کرلیا تھا۔ "برہان مآثر" میں ان کا ذکر آتا ہے کہ یہ نظام شاہی دربار میں بھی رہتے ہیں اور یہ ظاہر ہے کہ اس سے پہلے بھی رہے ہوں گے ممکن ہے کہ یہ ۹۷۵ھ اور ۹۸۰ھ کے درمیان ایران سے آئے ہوں یا اس سے قبل۔ اس لحاظ سے مقیمی کی عمر اگر اس کا ایران سے آنا فرض کرلیا جائے تو ۱۰۳۵ھ میں یعنی جبکہ غواصی نے "سیف الملوک بدیع الجمال" لکھی ساٹھ سال سے بھی تجاوز کر جائے گی مگر مقیمی کے فارسی دیوان میں ۱۰۶۰ھ کا قطعہ تاریخ موجود ہے اور اس کے بعد اس نے متفرقات "ساقی نامہ" اور "یوسف زلیخا" لکھی جس کیسے کافی وقت اور فرصت کی ضرورت تھی۔

ہمارے اس خیال کی تائید کے لیے ایک اور دلیل ہے۔ ڈاکٹر زور صاحب نے لکھا ہے کہ قزوینی نے مقیمی کے متعلق جوان کا لفظ استعمال کیا ہے اور اس نے اپنی تاریخ ۱۰۵۰ھ میں ختم کی ہے اس لحاظ سے مقیمی کی عمر اس وقت کم از کم تیس اور چالیس کے درمیان ہونا چاہئے۔ میر محمد قاسم فرشتہ نے اپنی کتاب ۱۰۱۵ھ میں ختم کی وہ ملا رضائی کا ذکر تو کرتا ہے لیکن مقیمی کا کہیں ذکر نہیں۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ مقیمی یا تو پیدا نہ ہوا ہوگا یا اگر پیدا ہوا ہو تو اس کا بچپن ہوگا۔ "برہان مآثر" جو ۱۰۳۶ھ میں

تکمیل پائی اس میں مقیمی کے بارے میں کہا گیا ہے کہ وہ بڑا عالم بن چکا ہے لیکن اپنے والد کے ساتھ سفارتی فرائض انجام دے رہا ہے بادشاہ نے اس اہم خدمت پر تنہا بھیجنا مناسب نہ سمجھا اس طرح اس کی عمر اس وقت کم و بیش پچیس سال ہونا چاہئے۔

اس طرح ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ وہ ۱۰۰۰ھ اور ۱۰۱۵ھ کے درمیان بیجاپور ہی میں پیدا ہوا اور ۱۰۷۵ھ اور ۱۰۸۰ھ کے درمیان وفات پائی۔

ڈاکٹر نذیر احمد نے اردو شہ پارے میں مقیمی کے تذکرہ پر پانچ اعتراضات کئے ہیں۔

۱۔ اس کا تخلص مقیم آیا ہے مقیمی کہیں نہیں۔ اس کا جواب "تذکرہ بہار گلشن" ہے کہ اس میں سات ایسے شعرا ہیں جن کا تخلص مقیم ہے ڈاکٹر صاحب کی نظر سے کس مقیم کا دیوان گزرا ہے نہیں کہا جاسکتا۔ کتب خانہ سالار جنگ میں بھی دو دیوان مقیم موجود ہیں لیکن یہ دسویں صدی ہجری کی کے محررہ ہیں۔ یہ ممکن ہے کہ اس نے فارسی میں مقیم اور سلمی اور دکنی میں مقیمی تخلص اختیار کیا ہو جیسا کہ اس دور میں رواج تھا۔

دوسرا اعتراض یہ ہے کہ چندربدن کی تکمیل ۱۰۴۰ھ سے قبل ہوئی ہے اور

Hanif Razvi

ان ہی ایام میں مرزا مقیم بھی یہیں موجود تھا اور کوئی ایسا قرینہ نہیں جس سے مقیم کو چندر بدن کا مصنف سمجھا جا سکے۔

ہماری پچھلی بحث سے یہ تو ظاہر ہو چکا ہے کہ وہ یہیں پیدا ہوا۔ عمر کا بہت بڑا حصہ یہیں بیجاپور، گولکنڈہ اور احمد نگر کے شہروں میں گزارا۔ گولکنڈہ اور احمد نگر میں اس کا قیام بہت ہی مختصر رہا یعنی صرف سفارتی اغراض کے تحت اور پھر واپس بیجاپور چلا آیا۔ جو واقعہ اس نے نظم کیا جیسا کہ آگے چل کر معلوم ہوگا اس کے اپنے دور کا ایک حقیقی واقعہ ہے۔ تاریخ اور تذکروں میں کوئی اور شاعر مقیمی تخلص رکھنے والا نہیں پایا جاتا اور قصہ نے مرزا محمد مقیم مقیمی کے نام سے شہرت پائی۔

دوسرا سبب امین کی مثنوی بہرام و حسن بانو کا شعر جس کا ہم نے اوپر ذکر کیا ہے۔ تیسرے خود مقیمی نے اپنا تخلص کئی جگہ استعمال کیا ہے۔ مثلاً

بھر دے مقیمی زباں پر صفا
ز نعت محمد نبی مصطفےٰ

ختم ہے مقیمی بہ نعت نبی
توں کر یاد اب چار یاروں کوں بی

مقیمی پرت سوچ انگڑیا ہوں میں
پرت کے کمند بیچ سنپڑیا ہوں میں

مقیمی بچن کا ترنگ سار توں
بسر کاں چلیا ہے توں ہسیار کوں

شرح سٹ مقیمی پرنت پیار کا　　قصہ کہہ تواں پورا سو مہر کا

تیسرا اعتراض یہ ہے کہ قصہ چندر بدن کا تعلق بیجاپور سے تھا مگر کوئی ایسا قرینہ نہیں جس سے مقیمی کو بیجاپوری قرار دیا جائے۔

اس اعتراض کا ارتفاع ان اقتباسات سے ہوتا ہے جنھیں ہم نے اوپر دیا ہے۔

چوتھا اعتراض اہم اور ڈاکٹر صاحب کی غلط فہمی پر مبنی ہے کہ "ایسے دور میں جبکہ خود ہندوستان کے رہنے والے دکھنی زبان میں تصنیف و تالیف کرنا عار سمجھتے تھے تو ایک ایرانی اس کی طرف کیوں کر مائل ہوا ہوگا۔"

اگر عادل شاہی دور کی تاریخوں کا مطالعہ بالاستیعاب کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ ایران سے آنے والے شعرا نے بھی دکھنی میں لکھنے کی کوشش کی چہ جائیکہ مقیمی جو خود بیجاپور میں پیدا ہوا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ محمد قلی قطب شاہ اور ابراہیم عادل شاہ دکن کے نامی گرامی بادشاہ ہیں ان کے درباروں میں پچاسوں علما موجود ہیں ان کی زبان فارسی ہے لیکن اس کے باوجود انھوں نے دکھنی میں شعر کہے اور دکھنی کو اپنے دور میں ایک علمی اور اعلیٰ زبان کا مرتبہ دینے کی کوشش کی۔

ابراہیم زبیری بساتین السلاطین میں لکھتے ہیں۔

"در عہد بیجاپور نشن سخنوران فارسی گو چند فرزانہ در روزگار بودند اما چوں طبع

ہمایون بادشاہ اکثر میل بجانب لغت خاص خویش یعنی زبان دکنی داشت بر طبق الناس علی دین ملوکہم شعرائے ہندی گو بسیار از خاک بیجاپور برخواستہ اند خانہ بخانہ ہنگامہ شعر گوئی تازہ گرم داشتہ اند"

اس طرح دکھنی زبان میں شعر کہنے کو فارسی شعرا عار سمجھنے کی بجائے عزت افزائی کا باعث خیال کر رہے تھے چنانچہ تاریخ علی عادل شاہ میں ایسے شعرا کے نام دیئے ہیں جو ایرانی اور ایرانی نژاد تھے لیکن دکھنی میں بھی شعر کہتے تھے آتشی، مقیم، دولت اور شاہ نور اللہ، عبدالقادر نورسی، عبدالنبی اور عبداللطیف وغیرہ۔

پانچواں اعتراض یہ ہے کہ "مرزا مقیم بالکل نو وارد ایرانی شاعر تھا دکھنی زبان میں اس کو اتنی مہارت حاصل نہیں ہو سکتی"۔

اس کا ارتفاع ہمارے ان دلائل سے ہو جاتا ہے جو ہم نے اس کے بیجاپور میں پیدا ہونے کے متعلق دیئے ہیں۔ اگر ہم اس کو غلط بھی تسلیم کریں تو خود دکھنی زبان نے اتنی وسعت اور ہمہ گیری اختیار کر لی تھی کہ چھوٹے سے بڑے تک کو اس زبان میں گفتگو کیے بغیر چارہ نہ تھا۔ جب اس کے بعد کے دور میں انگریز (ایک غیر زبان جاننے والے) ہندوستان آئے اور انھوں نے اردو میں شاعری کی تو مقیمی جیسے قادر الکلام شاعر اور عالم سے کیا یہ بعید ہو سکتا تھا کہ

وہ دکھنی زبان میں شعر کہنا مشکل سمجھے۔

ان حالات کے پیش نظر ہمارا یہ خیال ہے کہ مرزا محمد مقیم نے فارسی میں اپنا تخلص مقیم استعمال کیا تو دکھنی میں مقیمی۔ یہی چندر بدن و مہیار کا مصنف ہے اور اسی نے اس قصے کو سب سے پہلے ادبی شکل دی۔ اس زمانے میں یہ قصہ ہر کہہ و مہہ کی زبان پر تھا۔ اس نے قصے میں دلکشی پائی اور تھوڑی سی رنگ آمیزی کے ساتھ اس کو نظم کر دیا۔

مقیمی کی تصانیف

مقیمی کی تصانیف میں ڈاکٹر زور نے اُردو شہ پارے میں فارسی دیوان کا ذکر کیا ہے۔ دوسری کتاب چندر بدن و مہیار (مثنوی) ہے اور تیسری سو مہار کی کہانی۔ اوّل الذکر کتاب کے متعلق ہم پیچھے ذکر کر آئے ہیں۔ دوسری تصنیف پر ہم آگے تفصیلی بحث کر رہے ہیں البتہ تیسری تصنیف "سو مہار کی کہانی" پر ہم اپنا خیال ظاہر کر دینا چاہتے ہیں۔

اس کا ذکر ہمیں سب سے پہلے "دکن میں اُردو" میں اور پھر پروفیسر سروری کے ایک مضمون میں، جو ہندستانی جولائی ۱۹۳۳ء میں شائع ہوا ملتا ہے۔ دونوں فاضل حضرات کا ماخذ ایک ہی ہے یعنی اسپرنگر کا کیٹلاگ۔ ہمارا خیال ہے کہ "سو جہار کی کہانی" اس کی کوئی مثنوی نہیں ہو سکتی۔ اسپرنگر کو مغالطہ ہوا ہے

Hanif Razvi

۲۳۰ شعر ہیں۔ یہ مثنوی اصل میں "چندر بدن و مہیار" ہی ہے یہ ہو سکتا ہے کہ اس پر ٹائٹل وغیرہ نہ ہو یا نسخہ پہ کہیں نام لکھا ہوا موجود نہ ہو اور اسپرنگر نے ذیل کا شعر پڑھ کر اس کو "سو مہار کی کہانی" سے موسوم کیا ہو۔

شرح ست مقیمی پرت پیار کا   قصہ کہہ تو پورا "سو مہیار" کا

قدیم نسخوں میں کتابت میں مہیار واضح نہیں ہے بلکہ مہار ہی پڑھا جاتا ہے اس طرح "سو" کو "مہیار" سے ملا کر اسپرنگر نے مثنوی "چندر بدن" کا نام "سو مہار" رکھ دیا۔

اسپرنگر کے نسخے میں (۳۳۰) اشعار ہیں اتفاقاً ادارہ ادبیات اردو کے چندر بدن و مہیار کے نسخے میں ۳۲۵ اشعار ہیں اور ہاشمی صاحب کے نسخے سے (جواب موصوف کے پاس نہیں رہا) مقابلے کے بعد آخری صفحے کے اشعار کچھ بڑھ جاتے ہیں اور یہ تعداد (۳۳۵) ہو جاتی ہے۔ اس لحاظ سے بھی "سو مہار کی کہانی" کوئی الگ کہانی نہیں ہو سکتی۔ ہمارے مرتبہ نسخے میں اشعار کی تعداد زیادہ ہے اس لیے کہ کتب خانۂ نواب سالار جنگ بہادر میں جو نسخہ موجود ہے اس میں اشعار کی تعداد زیادہ ہے اور اس کی ترتیب کے وقت ہم نے حسب ذیل کتب خانے کے نسخوں سے استفادہ کیا ہے۔

Hanif Razvi

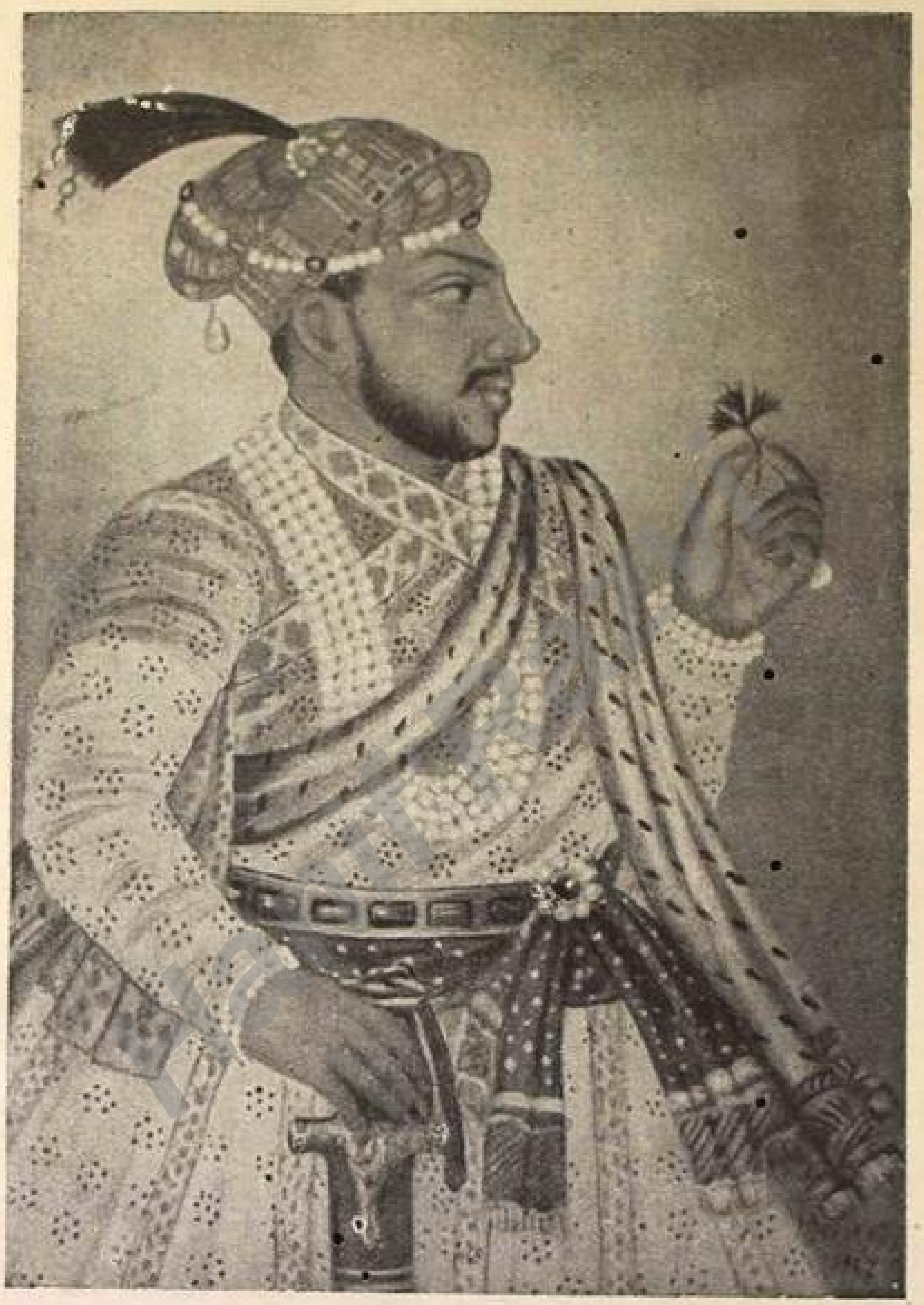

علی عادل شاہ ثانی

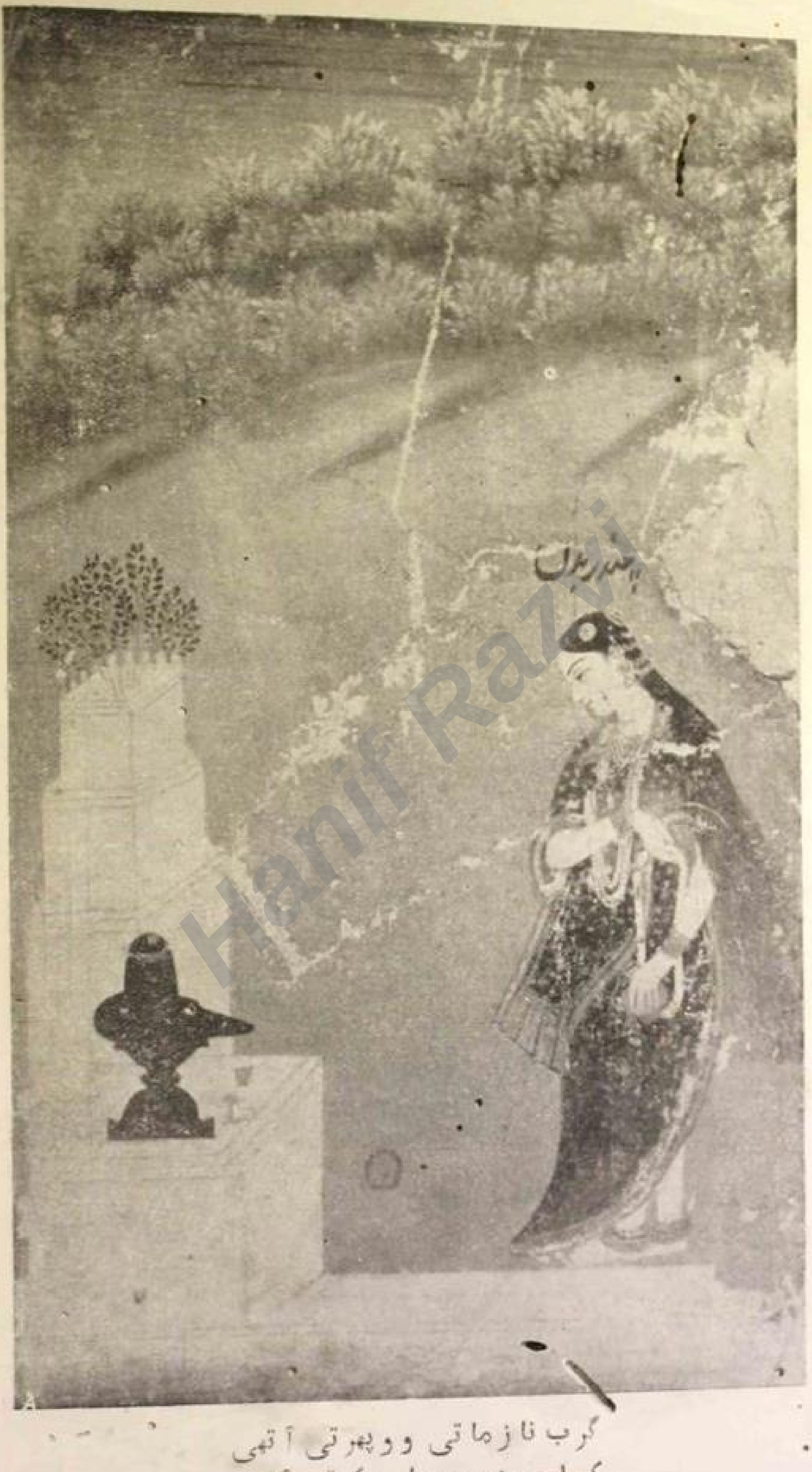

گرب نازماتی وو پھرتی آتھی
کہ اس دیو جا وو کرتی آتھی

Hanif Razvi

۱۔ کتب خانہ ادارہ ادبیات اُردو ۔ (دو نسخے)

۲۔ کتب خانہ نواب سالار جنگ بہادر

۳۔ کتب خانۂ آصفیہ (دو نسخے ہیں)

۴۔ کتب خانہ انجمن ترقی اُردو ہند (علی گڑھ) فہرست میں دو نسخے ہیں لیکن صرف ایک ہی مل سکا۔

ان نسخوں میں کتب خانہ آصفیہ کا ایک نسخہ اچھے اور ذی استعداد کاتب کا لکھا ہوا معلوم ہوتا ہے اور دیگر تین نسخے بلحاظ کتابت کچھ زیادہ فرق نہیں رکھتے البتہ چوتھا نسخہ یعنی علی گڑھ کا نہایت زشت خط اور کم سواد کاتب کا لکھا ہوا ہے۔

سالار جنگ کے نسخے میں اشعار کی تعداد جو بڑھ گئی ہے اس سے شُبہ ہوتا ہے کہ اس کے کچھ اشعار الحاقی ہیں اس کا سنہ کتابت ۱۱۵۷ھ ہے اور ادارہ، کتب خانۂ آصفیہ اور انجمن (علی گڑھ) کے نسخے اس سے قدیم معلوم ہوتے ہیں۔

مقیمی کے معاصرین حکیم محمد امین آتشی اس دور کا بڑا فارسی گو شاعر تھا اس کی تین تصانیف کا پتہ چلا ہے۔

۱۔ محبت نامہ ۲۔ مجمر انوار اور ۳۔ قصۂ چندر بدن و مہیار ۴۔ مجموعہ قصائد

اوّل الذکر دونوں کتابیں کتب خانہ نواب سالار جنگ میں موجود ہیں اور تیسری کتاب کا حال معلوم نہ ہوسکا بلکہ صرف دیگر شعرا نے اس کا ذکر کیا ہے۔ بلبل نے اپنے قصے کی بنیاد آتشی ہی کے قصے پر رکھی ہے وہ کہتا ہے۔

حریر ہندوی پر کر توں تصویر   لباس پارسی ہے پائے زنجیر

مبارک باد دے آ عقل محکوں   کہے کر فارسی کی نقل مجکوں

ہوا بلبل اوپر اس تے ضرورت   دکھانا فرس کی ہندی میں صورت

کہن تاریخ عشق آتشی آباد   کیا یوں آتشی قصے کی بنیاد

کتب خانہ ادارہ ادبیات اردو میں بلبل کا نسخہ موجود ہے اور اس کی کتابت کا غذ اور روشنائی سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ ڈیڑھ سو سال قبل کا ہونا چاہیے لیکن بہ لحاظ زبان مقیمی کے بعد کا شاعر ہے۔

آتشی نے اپنی ان طویل اور ضخیم مثنویوں میں اپنے دور کے حالات پر بھی روشنی ڈالی ہے۔ مثلاً ایک مقام پر وہ اپنے فنِ طب اور شعر پر نازاں ہے کہتا ہے۔

در سخن دارم ید بیضا بدست   بحر جوشانم من از دیر و ست

در طبابت بو علی سینا شدم   او کہ بلخند من بہ اندر با شدم

خستہ در ایران و من ایراں نژاد   در دکن اوراعلاج آرم بیاد

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایران کے علماء و فضلا اپنے وطن میں روزی حاصل نہ کر سکے اور تلاشِ معیشت میں دکن کا رُخ کیا۔ "محبت نامہ" بہت ضخیم اور طویل مثنوی ہے اس نے اس کے خاتمے پر یہ ظاہر کیا ہے کہ اس کو بیجاپور آکر ۲۹ سال کا عرصہ گزرا۔ اس کے باپ کا نام شمس الدین عبد الملک تھا اور دادا کا کمال الدین حسین۔ دونوں اپنے دور کے بہت بڑے عالم اور حاذق طبیب تھے۔ دادا نے حج و زیارت کے بعد بصرہ میں سکونت اختیار کی لیکن کچھ دن بعد شیراز آ گئے اور شمس الدین عبد الملک شیراز ہی میں پیدا ہوئے۔ حکیم محمد امین آتشی کی ولادت بھی شیراز میں ہوئی اور وہ تلاش معیشت میں سرگرداں رہے اور شیراز کو خیرباد کہہ کر لار گئے لیکن پھر واپس ہوئے اور وہیں ان کا انتقال ہوا۔ آتشی نے والد کے انتقال کے بعد ہندوستان کا رُخ کیا اور بیجاپور پہنچ کر دربارِ عادل شاہی میں ملازمت اختیار کی۔

سلطان محمد عادل شاہ کی تعریف میں اس نے ایک طویل مثنوی لکھی ہے۔ یہ "محبت نامے" میں شامل ہے اس کا انتخاب مقیمی کے دَور کے حالات کو سمجھنے میں مدد دے گا اور خالی از دلچسپی نہ ہوگا۔

Hanif Razvi

در ثنائے سلطان محمد بادشاہ

خسرو عادل شہ و اقلیم گیر — درمیانِ سرکشاں مہرِ منیر
داور و دیں پرور و انجم سپاہ — حق طلب سلطاں محمد بادشاہ
رحمۃ للعالمیں از نامِ او — نامِ او راحت دہِ ایامِ او
پادشاہِ دورِ ما دوران اوست — تاجِ شاہی زیبِ ایوانِ اوست
انتخاب المعدلت یک نامِ او — امتیاز المرحمت ایامِ او
خسروِ تختِ دکن سلطانِ دیں — آفتابِ زینتِ روئے زمیں
دودمانِ عدل را خورشیدِ اوست — بلکہ دینارا گلِ امید اوست
گوہرِ یکتائے تاجِ سلطنت — اخترِ والائے برجِ معدلت
علمِ او افزوں ز افلاطوں بود — از سکندر جاہِ او افزوں بود
در شریعت خانۂ ردّ و قبول — می نماید ہم فروع و ہم اصول
در طبابت بو علی سینا بود — بلکہ او چوں قطرہ شہ دریا بود
موسیقی را می دید ایجادِ نو — می برد از جملہ استاداں گرو

اس سے آگے ایک مقام پر اس نے کچھ اپنے بارے میں خیالات کا اظہار کیا ہے

Hanif Razvi

کہتا ہے۔

بندہ را در چاکری پیری رسید　　　فصلِ خوابِ راحت و سیری رسید

خم فزا شد قامتِ چوں تیرِ من　　　شد بروں از شست من نہ گیرِ من

دست و پائی طاقتم از کار رفت　　　روز پابست و سرِ دیوار رفت

چوں کمانِ بے زہم در روزگار　　　قبضۂ عمرم برآمد از حصار

شد دو سال اکنوں کہ تنخواہ مرا　　　دفترِ قسمت نمی سازد ادا

خانۂ دارم پُر از فرزند و زن　　　جملہ را بارِ طلب بر دوشِ من

می شود ہر دم فزوں خرجم بزور　　　دخل می گیرد ازیں سودا بدر

جنگ و آشوب و جفائے قرض خواہ　　　لستہ یاد دارد مرا زیں بارگاہ

شاد شو، تا شاد گردد عالمی　　　زانکہ زخمِ سلطنت را مرہمی

مایہ تو شاد و تو از خود شاد باش　　　مملکت را حکم راں بنیاد باش

اس کی مثنویوں کی طوالت کا اندازہ اس سے ہو سکے گا کہ ۱۴ × ۹ کے ایک صفحہ پر دو کالم میں پچیس سطری مسطر پر لکھی گئی ہے یعنی ہر صفحے میں پچاس شعر ہیں اور ہر مثنوی تقریباً ڈھائی سو صفحے سے بھی زائد ضخامت رکھتی ہے۔ پہلی مثنوی "صحبت نامہ" جس سے کچھ اشعار اوپر دیئے گئے ١٠٦٧ھ میں تحریر ہوئی اور مجمع الانوار ١٠٦٨ھ میں "صحبت نامہ" صر ف

Hanif Razvi

دو مہینے کی مدت میں لکھا گیا اور مجمعِ انوار کا بھی ممکن ہے کہ یہی حال ہو۔ ہمارا خیال ہے کہ یہ مخطوطہ آتشی ہی کی ملک تھا اس لیے کہ بعض بعض مقامات پر ایک ایک شعر کا اضافہ بھی کر دیا ہے اور ایک جگہ اس نے جو عبارت لکھی ہے اس میں ضمیرِ متکلم استعمال کی ہے۔ کتاب کے خاتمے کے دو اشعار مزید روشنی ڈالتے ہیں ؎

این کتاب نام دار است کرد — در دو ماہِ دیگراں آمد بگرد

مثنوی در شب نوشتن مشکل است — دیدہ را آزار دادن مشکل است

ہم نے یہاں آتشی کے حالات کسی قدر تفصیل سے دیے ہیں اس لیے کہ کسی مورخ یا تذکرہ نگار نے آتشی کے متعلق پہلے تو لکھا ہی نہیں اور اگر لکھا بھی تو بہت کم چونکہ وہ مقیمی کا ساتھی تھا اس لیے اس کو سمجھنے میں مدد ملے گی۔

اس کی صلاحیتوں کا اندازہ اس سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ حضرت نظامی گنجوی کی "مخزنِ اسرار" مقبولِ عالم اور مطبوعِ خلائق ہو چکی تھی۔ کئی شاعروں نے اس پر حاشیے چڑھائے اور اس کے جواب لکھے۔ مجمعِ انوار بھی مخزنِ اسرار کا جواب ہے اور آتشی کی قابلیت پر دال۔

چوتھی کتاب "مجموعہ قصائد" ہے اس کا ایک قلمی نسخہ کتب خانہ آصفیہ میں موجود ہے اس میں پہلا قصیدہ حمد میں ہے دوسرا نعت اور باقی حضرت علیؑ کی منقبت میں ہیں

Hanif Razvi

مقیمی کے معاصرین میں ہر علم و فن کے لوگ موجود تھے۔ چنانچہ مورخوں میں ابوالقاسم فرشتہ تھا گو اس نے اپنی تاریخ کمل کر لی تھی۔ قزوینی استرآبادی نے "فتوحاتِ عادل شاہی" ۱۰۵۰ھ میں لکھی اور ۱۰۵۴ھ میں مکمل ہوئی۔ ابراہیم زبیری نے "بساتین السلاطین" لکھی۔ قاضی سید نور اللہ نے "تاریخ علی عادل شاہ" مرتب کی اور ملا محمد ظہور فرزندِ ملا نورالدین ظہوری ترشیزی نے "محمد نامہ" کے نام سے محمد عادل شاہ کے دور کے واقعات کو نظم کیا۔ رفیع الدین حسین شیرازی نے "احوالِ سلاطینِ دکن" لکھی اور خان بابا ملا محمد حسین نے محمد عادل شاہ کے عہد میں اس کی تکمیل کی۔ محمد اسمٰعیل ابجدی نے "انور نامہ" لکھا۔

فارسی گو شعرا میں ملا ملک قمی نے "مخزن اسرار" نظامی کا جواب لکھا۔ عبداللطیف، عبدالقادر نورسی اور عبدالنبی فارسی کے مشہور شعرا تھے دکھنی زبان میں لکھنے والوں کا تو کوئی شمار ہی نہیں اس لیے کہ گھر گھر شعر و سخن کے چرچے تھے۔ تاہم اسی دور میں امین نے "بہرام و حُسن بانو" ۱۰۴۸ھ میں لکھی جس کی تکمیل دولت نے ۱۰۵۰ھ میں کی۔ کمال خاں رستمی نے اردو ادب کی بہت طویل اور ضخیم مثنوی "خاور نامہ" ۱۰۵۹ھ میں لکھی۔ ملک خوشنود اصل میں گولکنڈہ کا شاعر تھا جو شہزادی خدیجہ بانو کے ہمراہ بیجاپور بھیجا گیا تھا۔ اس کی

Hanif Razvi

شاعری کے جوہر نہیں کھلے۔ اس نے حضرت امیر خسرو دہلوی کی "ہشت بہشت" کا ۱۰۵۶ھ میں دکھنی میں ترجمہ کیا۔ ملک الشعرا نصرتی مقیمی کے آخری دور میں کافی مقبولیت حاصل کر چکا تھا۔ اس نے "گلشن عشق" (قصہ کنور منوہر و مدمالتی) ۱۰۶۸ھ میں "علی نامہ" (۱۰۷۶ھ) میں اور "تاریخ اسکندری" ۱۰۸۳ھ میں لکھی اس نے قصاید بھی کہے اور غزلیات بھی۔ محمد باقر آگاہ مدراسی نے "گلزارِ عشق" کے دیباچے میں اپنی رائے ظاہر کرتے ہوئے بتلایا ہے کہ "قصیدہ گوئی میں نصرتی سودا سے بھی بڑھ جاتا ہے" اگر مولانا شبلی "علی نامہ" میں اس کی رزم نگاری کے مرقعے دیکھتے تو انیس کو اردو میں رزم نگاری کے باوا آدم نہ ٹھیراتے۔

حضرت امین الدین اعلیٰ حضرت برہان الدین جانم کے فرزند تھے تصوف میں ان کا پایہ بہت بلند تھا۔ حضرت برہان الدین جانم نے بھی تصوف پر کئی رسالے لکھے ہیں جن میں "ارشاد نامہ" نے کافی مقبولیت حاصل کی۔ حضرتِ اعلیٰ نے بھی "محبت نامہ"۔ "گفتار شاہ امین" اور "گنجِ مخفی" کے علاوہ کئی ایسے رسالے لکھے جن کا مقصد اپنے معتقدوں اور مریدوں کی رہنمائی تھا۔

شاہ ملک نے ایک کتاب "احکام الصلوٰۃ" لکھی جس کا دوسرا نام "شریعت نامہ" ہے۔ ہاشمی اور مرزا اس دور کے دو بڑے مشہور مرثیہ گو ہوے ہیں طبعی نے اپنی مثنوی

Hanif Razzi

"بہرام و گل اندام" ۱۰۸۱ھ میں تکمیل کی۔

ان کے علاوہ اور بھی بہت سے ایسے شعرا اور نثر نگار تھے جنھوں نے اس دور کو جو تاریخی اعتبار سے جنگ و جدال اور غارت گری و قتال کا ہے بہت اہم بنا دیا۔ ان کے حالات "اردوئے قدیم" "اردو شہ پارے" "یورپ میں دکھنی مخطوطات" اور "دکن میں اردو" میں مختصراً مل جاتے ہیں۔

غرض مقیمی نے بیجاپور میں نہایت علمی ماحول میں آنکھ کھولی اس کے جوہر کمال کو یہیں کھلنے کا موقع ملا اور اس کی کتنی قدر و منزلت ہوئی اس کے لیے برہان مآثر اور "بساتین" کے اوراق شاہد ہیں۔

قصۂ چندر بدن و مہیار

مورخوں میں صرف قاضی سید نور اللہ نے اپنی کتاب "تاریخ عادل شاہیہ" میں اور ان کے بعد شاہ تجلی علی تجلی نے اپنی تاریخ "تزکِ آصفیہ" میں اس قصے کا تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ یہ واقعہ ابراہیم عادل شاہ ثانی (۱۵۷۹ء تا ۱۶۲۸ء / ۹۸۸ھ تا ۱۰۳۷ھ) کے دور کا ہے جو مقام کدری کوٹہ پر پیش آیا۔ شاہ تجلی لکھتے ہیں کہ جب نواب نظام علی خاں آصف جاہ ثانی (محمد علی خاں والاجاہ دائی ارکاٹ کی بغاوت کو فرو کرنے کے لیے قمر نگر (کرنول) سے شہر ترچناپلی روانہ ہوئے تو اثنائے راہ میں بمقام کدری کوٹہ انھوں نے ایک قبر دیکھی جس پر پتھر کے دو تعویذ

Hanif Razvi

بنے ہوئے تھے۔ دریافت پر پتہ چلا کہ ابراہیم عادل شاہ کے دوران حکومت میں جھیار نامی ایک شخص ایک ہندو سردار کی لڑکی چندر بدن پر عاشق ہو گیا اور کدری کوٹہ میں جاترا کے موقع پر معشوق سے مل کر اپنے عشق کا اظہار کر دیا لیکن اس نے کوئی توجہ نہ دی۔ وہ ایک سال تک جنگلوں کی خاک چھانتا پھرتا رہا۔ چندر بدن جب دوسرے سال جاترا میں شرکت کے لیے کدری کوٹہ پہنچی اور پوجا پاٹ کے لیے مندر کی طرف جانے لگی تو جھیار راستے میں اس کے قدموں پر گر گیا اور پھر اپنی محبت کا اظہار کرنے لگا۔ چندر بدن نے انتہائی غیظ و غضب کے عالم میں یہ کہہ دیا کہ "تو ابھی تک زندہ ہے" ابھی یہ جملہ پوری طور پر ادا بھی نہ ہونے پایا تھا کہ عاشق جانباز نے اپنی جان جان آفریں کے سپرد کی۔ مذکورہ دونوں کتابوں میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ ابراہیم عادل شاہ ان دنوں کدری کوٹہ میں مقیم تھا جب اس کو اس واقعہ کا علم ہوا تو اس کو بڑی حیرت ہوئی۔ اس نے جھیار کو احترام کے ساتھ دفن کرنے کا فرمان جاری کیا۔ جب اس کا جنازہ محبوب کے دروازے پر سے گزرنے لگا تو آگے نہ بڑھ سکا اور معشوق کو جب اس کا علم ہوا تو جذبہ عشق نے اثر دکھایا۔ وہ محل میں گئی، غسل کر کے کلمہ پڑھا اور ایک پاک و صاف چادر اوڑھ کر بستر پر لیٹ گئی۔ پھر تابوت میں حرکت پیدا ہوئی اور لوگوں نے جنازہ بہ آسانی قبرستان پہنچایا۔ جب تابوت پر سے چادر

Hanif Razvi

ہٹائی گئی تو دیکھا کہ چندر بدن و مہیار دونوں ہم آغوش ہیں انھیں علیحدہ کرنے کی کوشش کی گئی لیکن کوئی فائدہ نہ ہوا اس لیے دونوں کو ایک قبر میں دفن کر کے قبر پر دو تعویذ بنا دیے گئے۔ نواب نظام علی خاں آصف جاہ ثانی نے بھی یہاں دو تین دن قیام کیا اور پھر ترچناپلی روانہ ہوئے۔ یہ مقام مدراس سے شمال مغرب میں اسّی میل دور آج بھی موجود ہے۔

قصۂ چندر بدن اور شعرا

عشق کا یہ واقعہ شاعروں کے توسن خیال کے لیے تازیانے کا کام کر گیا۔ حکیم محمد امین آتشی نے فارسی میں اور مرزا محمد مقیم نے دکنی میں لکھا اور اس کے بعد یہ قصہ بہت سے شعرا کے لیے موضوعِ سخن بن گیا۔ فارسی کے چند شعر جو مؤلفِ تُوزکِ آصفیہ نے دیے یہاں نقل کیے جاتے ہیں ممکن ہے کہ یہ آتشی ہی کے ہوں۔

به عزم بتکده چندر بدن شد
دلِ مهیار را جوشش چو خوں شد

به حیرت چوں طلسم نقش جادو
ستاده انتظارِ جلوهٔ او

که از در جلوه گر شد آفتابی
کتابِ حسن را فرد انتخابی

خرامِ ناز او چو دیدِ عاشق
دو چشم خود به پا مالید عاشق

نظر چوں بر سرِ مهیار افتاد
نگاهش جانبِ بیمار افتاد

بگفت اے نقشِ پائے دامِ حیرت" بگفت اے جرعہ نوشِ جامِ حسرت"

"چرا تا حال با ایں درد و محنت نمردی اے سرِ پرشور و شہرت"

ہنوز ایں لفظ ناگردیدہ آغاز کہ جانِ آں جگر خوں کرد پرواز"

بلبل نے اس نظم کا حوالہ دیا ہے۔ وہ کہتا ہے۔

کہن تاریخ عشق آتش آباد کیا یوں آتشی قصہ کی بنیاد

ایک اور شاعر عشق نے بھی اس قصے کو نظم کیا ہے اس کا ذکر چندہ حسینی قدا عرف بیراں صاحب بیجاپوری نے کیا ہے جو سنہ ۱۲۰۰ھ کے بعد کا شاعر ہے۔ اس نے مقیمی کے ساتھ ساتھ عشق کا حوالہ دیا ہے۔ اس کے اشعار حسبِ ذیل ہیں۔

لکھا ہے فارسی کوئی رسالہ یہ سب قصے کا ہے اس میں حوالہ

غرض کچھ اور ہے اس میں حکایت جو پائی اس نے راوی سے روایت

تخلص فارسی والے کا تھا عشق سراپا عشق کا قصہ لکھا عشق

دکن کے تذکرے عشق سے متعلق ساکت ہیں کوئی یہ نہیں کہتا کہ فلاں عشق نے چندر بدن کا قصہ لکھا ہے زمانی قرائن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ممکن ہے کہ یہ جمال اللہ عشق ہوں جو مرزا داؤد داؤد اورنگ آبادی کے بیٹے تھے۔ وہ اورنگ آباد میں پیدا ہوئے اور جب حیدر آباد پایہ تخت (۱۱۸۴ھ) بنا تو نواب نظام علی خاں آصف جاہ ثانی

Hanif Razvi

کے عہد میں حیدر آباد آ گئے۔ یہاں عبدالولی عزلت سے اصلاح لیتے رہے اور ۱۱۹۵ھ میں وفات پائی۔ لچھمی نارائن شفیق صاحب "چمنستان شعرا" نے ان سے اپنی دوستی کا بھی ذکر کیا ہے۔ یہ پتہ نہ چل سکا کہ انھوں نے چندر بدن و مہیار کا بھی کوئی قصہ نظم کیا ہے۔ حیدر آباد کے ایک اور شاعر حکیم مرزا قاسم علی بیگ اخگر نے بھی اس قصّے کو فارسی میں نظم کیا ہے اس کا ایک قلمی نسخہ فل اسکیپ سائز پر (۱۹۵ صفحات کا سنہ ۱۳۱۷ھ کا) مکتوبہ کتب خانۂ آصفیہ میں موجود ہے۔ اس کے علاوہ مرثیہ اخگر اور مجموعۂ قصائد "سبعہ سیارہ" بھی اخگر کی تصانیف ہیں جو کتب خانۂ آصفیہ میں موجود ہیں "چندر بدن" سے چند شعر پیش کیے جاتے ہیں۔

مہیار کے اظہارِ عشق پر چندر بدن کا جواب۔

افسانۂ دردِ عشقِ آں گل — بشنید چو از زبان بلبل

ظاہر بجبیں تمام چیں بود — باطن ہمہ مرحمت گزیں بود

گفت اے بہ جنوں محال اندیش — اندیشۂ تو محال اندیش

زینگونہ کہ سینہ ریش گشتی — خود دشمنِ جانِ خویش گشتی

باید نہ ترا ز حد گزشتن — از خود بدر لحد گزشتن

مشمار کہ زیر پا زمین است — ہشدار کہ چاہ در کمین است

Hanif Razvi

بنگر تو کجا و ایں خیالت
چندیں چہ دہی بدل ملالت

گیرم کہ بہ عشق من تو مستی
زیں بادہ خمار خود شکستی

بس مدعیانِ عشق دیدم
بوئے نہ ز راستی شنیدم

دعوئ ہمہ بے دلیل دارند
راہے نہ دریں سبیل دارند

گویند کہ عاشقانِ بے ہوش
باشند ز خویشتن فراموش

دل چیست کہ جاں بہ یار بخشند
خود از برہِ نثار بخشند

گر عشق دلت ربودہ تن دہ
از ہر چہ طلب کنم بمن دہ

از جاں تو دگر چہ چیز داری
بخشی؟ اگرم عزیز داری؟

ایں گفت و برفت سوئے ایواں
دود دلِ عاشقاں بہ کیواں

ایک کنیز مہیار کے انتقال اور جنازے کے دروازے پر آکر رکنے کی اطلاع چندر بدن کو پہنچاتی ہے۔

ناگہ بہ چنیں زماں کنیزے
افگند عجیب رستخیزے

پیشِ بتِ نازنیں بیامد
افسانہ بہ لبِ حزیں بیامد

گفت اے صنمِ کرشمہ پرداز
ہر سوئے ز تست عشوہ ساز

چوں از قدمِ تو سر جدا کرد
در عشقِ تو جانِ خود فدا کرد

Hanif Razvi

ایماے تو جملہ بود جادو | چوں تیر بہ سینہ شد ترازو
زیں تیز عجب ترست حرفے | بگرفت بہ عمر دہاں شگرفے
تابوت کہ زیر بامت آمد | ہنگامۂ از قیامت آمد
رفتار زپاے مرداں رفت | زاں سال کہ نہ یک قدم تواں رفت
از بسکہ جنازہ شد گراں بار | پا ماند بجاے خود ز رفتار
شوریست بہ ہر طرف ازیں جوش | ہر کس کہ شنید رفت از ہوش

اُردو میں سب سے پہلے یہ قصہ مقیمی ہی نے لکھا اور اس کا امکان ہے کہ آتشی سے پہلے مقیمی ہی نے اس کو لکھا ہو۔ ایک سبب تو یہ ہے کہ یہ قصہ اسی کے زمانے میں وقوع پذیر ہوا تھا۔ دوسرا سبب یہ کہ غواصی کی کتاب "سیف الملوک و بدیع الجمال" منظرِ عام پر آکر شہرت حاصل کر چکی تھی اور اسی کتاب نے مقیمی کو یہ قصہ نظم کرنے پر راغب کیا چنانچہ وہ خود اس کا اظہار کرتا ہے۔

قصہ اک کہوں میں گھر بار کا | سو چندر بدن ہور مہیار کا
سنے کوئی مجکوں دعا یاد کر | رہے ہور تجہ سوں دل شاد کر
بناتو غواصی کا باندیا ہوں میں | سخن مختصر لیا کے ساندیا ہوں میں
ولے ہیں ایس کوں سرایا نہیں | شعر میں کسی کا پھرایا نہیں

سر انا پھر انا نتھا کام ہے — کرے یو عمل او کد جو خام ہے

یہاں جناب نصیر الدین صاحب ہاشمی سے ہمیں قدرے اختلاف ہے۔

مثنوی کا ایک شعر یہ ہے۔

قصہ مج پرنت کا کہا ایک اُن — جو بسرے تو لیلی و مجنوں کوں سُن

اور اس کا مفہوم یہ لیا گیا ہے کہ "لیلی مجنوں" کا قصہ سُن کر اس کو مثنوی لکھنے کا خیال پیدا ہوا۔ لیکن اس کا مطلب صاف ہے کہ اس نے مجھ سے ایک ایسا عشقیہ قصہ کہا کہ اگر تو سُنے تو لیلی و مجنوں کے قصے کو بھول جائے۔

انجمن ترقی اردو ہند علی گڑھ میں یہ شعر اس طرح نقل کیا گیا ہے۔

قصہ مج پرنت کا کہا اک جواں — جو تیریں و لیلی و مجنوں کہاں

اس میں تیریں کا لفظ استعمال کر کے اس شبہ کو دور کر دیا گیا ہے اور ہم شیخ چاند مرحوم کی رائے سے متفق ہیں جو یورپ میں دکھنی مخطوطات پر تنقید کرتے ہوئے مقیمی کے بیان میں دی گئی ہے۔ (رسالہ اردو اکتوبر ۱۹۳۳ء)

دوسرا شاعر بلبل ہے جس نے آتشی اور مقیمی کا ذکر کیا ہے اور ہم بھی جس کے متعلق اوپر بیان کر آئے ہیں۔ اس نے قصہ لکھنے کا کوئی سبب بیان نہیں کیا۔

اس کی مثنوی کی ابتدا اس طرح ہوتی ہے

Hanif Razvi

بنامِ نقش بندِ نقش ایجاد | کیا قدرت کے نقشے کا وہ بنیاد
بند انقشہ زمین و آسماں کا | بہارِ گلشنِ جان و جہاں کا
فلک فانوس میں خورشید کے شمع | کیا روشن ہے زہرہ مشتری جمع

اس کی زبان سے یہ محسوس ہوتا ہے کہ وہ جنوبی ہندوستان کا شاعر تھا، ہو سکتا ہے کہ بیجاپور ہی کا ہو یا ویلور کا یا صوبہ مدراس کے کسی اور مقام کا ہے اس کا لب و لہجہ ان مقامات کی غمازی کرتا ہے مثلاً ایک مقام کے چند اشعار حسبِ ذیل ہیں۔

تمارا دین حق بہتر کیا ہے | ہماری رہ میں حق بہتر دیا ہے
کریں تم جا کو حج بیت الحرم کا | ہمیں پوجا کریں دار الصنم کا
ہماری راہ باطل کفر پہ چھوڑ دو | گلستاں سوں ہمارے گل نہ توڑو
کرو تاراج مت تم بوستاں کوں | دکھاؤ نا ہمارے دوستاں کوں
ہمیں بندے ہیں سب آزاد کرنا | دگر نیں قتل سب بیداد کرنا

چونکہ بلبل نے آتشی کا نسخہ دیکھا ہے اور:

حریرِ ہندوی پر کر توں تصویر | لباسِ پارسی ہے پائے زنجیر

سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس نے ترجمہ کیا ہے۔ لیکن چونکہ آتشی کا اصل نسخہ

دستیاب نہ ہو سکا اس لیے نہیں کہا جا سکتا کہ اس نے ترجمہ کیا ہے یا صرف قصہ لے لیا "توزک آصفیہ" سے اوپر کے نقل کردہ اشعار کی بحر اور بلبل کی بحر یکساں یعنی ہزج مسدس مقصود ہے اس لیے گمان یہ ہے کہ توزکِ آصفیہ میں مندرجہ اشعار آتشی ہی کے ہوں گے لیکن ان اشعار کا لفظی ترجمہ بلبل کی مثنوی میں نہیں ملتا اس لیے قیاس یہ ہے کہ اس نے صرف آتشی کی مثنوی کو قصے کا ماخذ قرار دیا۔

محمد باقر آگاہ نے ۱۲۱۴ھ میں "ندرتِ عشق" کے نام سے ایک مثنوی لکھی جس میں چندربدن و مہیار کا قصہ نظم کیا ہے۔ سبب تالیف کا اظہار اس طرح کرتے ہیں۔

یہ دل چاہتا ہے کہ اے جانِ من — سنوں حال مہیار و چندربدن
اگرچہ یہ قصہ کہن سال ہے — پہ تیرے بیاں میں نئی چال ہے
ہے ہر چند یہ داستاں مشتہر — پہ ہے اور ہی تیرے لب میں اثر
کہے ہیں اسے ہندی و فارسی — پہ تیرے بیاں میں کہاں وہ ارتی
میں قربان ہوں تج پہ اے جانِ جاں — مفصل سنا مج کو یہ داستاں
اگر تو کہے اس حکایات کو — تری شان و شوکت میں نقصاں نہ ہو
کہ سیّار روم اس طرح کہہ گیا — کہ نے یعنی انسانِ کامل سدا
کبھی راہ پُر خوں کا قصہ کہے — کبھی حالِ مجنوں کا قصہ کہے

Hanif Razvi

نہیں کم ہے لیلیٰ سے چندربدن　　　نہ مہیار مجنوں سے کم بے سخن

محمد باقر آگاہ کی یہ مثنوی سالارجنگ کے کتب خانے میں موجود ہے اور "جواہر خمسہ آگاہ" میں شامل ہے۔ "ندرت عشق" کا ایک نسخہ کتب خانہ انجمن ترقی اردو ہند علی گڈھ میں بھی موجود ہے۔ "جواہر خمسہ" فل اسکیپ سائز پر لکھا گیا ہے اور "ندرت عشق" (کتب خانہ انجمن علی گڈھ) کی سائز ۷" × ۵½" ہے اوراق ۶۴ ہیں اور مسطر ۱۱ سطری ہے

آگاہ نے قصے کے دوران میں شعر کی شکل میں عنوانات قائم کئے ہیں، اصل مثنوی اور عنوانات کی بحر میں فرق ہے عنوانات کی بحر ہزج مسدس اخرب مقبوض محذوف یعنی مفعول مفاعلن فعولن ہے اور مثنوی کی بحر متقارب مثمن محذوف یعنی فعولن فعولن فعولن فعل۔

آگاہ نے قصے میں تصوف کو بھی شامل کر دیا ہے اور اس کا اظہار مثنوی کے مندرجہ ذیل ابتدائی اشعار سے ہو جاتا ہے۔

اے ذات تری جلیلِ مطلق　　　اے نام ترا جمیلِ مطلق

ہر حسن سے ہی مراد تو ہے　　　ہر عشق کا دل نہاد تو ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۱ کہوں کیا ترا حمد اے ذوالجلال　　　کہ انتَ جمیلٌ و انتَ الجمال

عدم تھے جو ظلمت میں بیمار من
ہوئے نور سے تیرے چندر بدن

ترے نور کے مد میں آثار ہیں
چکور اور کتاں اس کے مہیار ہیں

ترے مہر سے مہر جب بار ہے
تو ہر روز اس کا خریدار ہے

حسینوں میں جو ہو گئے نامور
وہ تیری تجلی سے تھے جلوہ گر

جو علوی و سفلی ہیں سب ذرات ہیں
ترے عشق میں محو دن رات ہیں

ہوئے ہیں ترے سے بہم حسن و عشق
وگرنہ ہے کب در عدم حسن و عشق

ہے تو ہی محب اور محبوب بھی
ہے طالب تو ہی اور مطلوب بھی

ترے حسن سے پر ہے سب جہاں
ترے عشق میں ہے نہاں و عیاں

ہے جو جو جہاں میں بلند اور پست
ترے نشۂ عشق سے ہے وہ مست

ترے عشق کی امدی از بس شراب
ہیں افلاک امواج انجم حباب

یہ مستی سے ہر کوئی سرشار ہے
کوئی غافل اور کوئی ہشیار ہے

سرجوشی نعت بحر بینش
یک موج ہے جس کی آفرینش

شمالی ہند میں سیف اللہ نے چندر بدن و مہیار کا قصہ نظم کیا ہے اس مثنوی میں قصے کے لحاظ سے یکسانیت موجود ہے۔ غلام یزدانی صاحب سابق ناظم آثار قدیمہ نے

Hanif Razvi

اپنے مضمون مطبوعہ ساقی میں اس کے متعلق تفصیلی معلومات دی ہیں۔ سیف اللہ نے کتاب کی تصنیف کا سبب ان الفاظ میں ظاہر کیا ہے۔

لکھوں مدعا اور تعریف کا — عجب نقشہ تصنیف و تالیف کا
اچانک ہوا ایک دن دل اداس — چلے سیر کرنے تئیں آس پاس
یکایک مرے دل میں گزرا خیال — ہوئی تھی صلاح من میں چل عدلیوال
وہاں ایک بوڑا کفش دوز ہے — فقیروں کا خادم شب و روز ہے
تو مدت سے اس کو نہیں ہے ملا — نہ ہووے کہ راکھے وہ مجھ پر گلا
چلا آن پہنچا میں اک پل منے — ہوا خوش جیویں مچھلی جل منے
تو خوش سیتی مجھ کو بوڑا ملا — صداقت میں وہ سب سے پورا ملا
جو تھا پوتا اس کا چہ خوش فتح دین — خبردار کچھ علم سے تھا یقین
وہ پڑھتا خوش الحان شیریں سخن — عجب قصہ مہیار و چندر بدن
لگا کہنے یہ قصہ گر تازہ ہو — جہاں تجھ صفت سے پر آوازہ ہو
کہ رنگیں دل آویز ہو مختصر — ہندی فارسی ہمچو شیر و شکر
وہ قصہ دل آویز نادر دکھا — قلم کو پکڑ کر میں جلدی لکھا
ز ہجری دو صد بودہ و یک ہزار — لکھا میں فکر کر کے انجام کار

Hanif Razvi

بتاریخ فرخ میانِ دو عید　　　　به ماہے ہمایوں و سالے سعید

یہ نسخہ مصور ہے اس میں (۸۷۹) شعر ہیں لیکن آخری حصہ ناقص ہے اس لیے کچھ اور شعر ہوں گے۔ اس قصے میں بھی کم و بیش وہی باتیں بیان کی گئی ہیں جو دوسرے مصنفین کے قصوں میں پائی جاتی ہیں۔ یزدانی صاحب نے مولوی عبدالحق صاحب کے نسخے مقیمی سے اس کا مقابلہ کیا ہے لیکن حیرت ہے کہ انھوں نے ادارۂ ادبیات اُردو کے نسخوں سے اس کا مقابلہ کیوں نہ کیا جس کا کتب خانہ ان کے گھر کے سامنے ہے

سیف اللہ کی مثنوی سے اس امر کا پتہ چلتا ہے کہ چندر بدن کا قصہ نہ صرف جنوبی ہندوستان میں مقبول ہوگیا تھا بلکہ عشق کی صداقت نے اس کو سارے ہندوستان میں ہر دل عزیز بنا دیا تھا۔

یہ نسخہ مصور ہے اور معلوم نہیں کہ اب کس مقام پر ہے تحقیقات کے باوجود کوئی پتہ نہ چل سکا۔ چندر بدن کی دو تصویریں ہماری اس کتاب میں پیش کی جا رہی ہیں ان سے اس نسخے کا کوئی تعلق نہیں۔ یہ تصویریں بہت قدیم ہیں اور مولوی سید محمد صاحب مورخ بیدری کے پاس محفوظ ہیں صاحبِ موصوف نے ہماری خواہش پر ہماری کتاب کے لیے عنایت فرمایا ہے اس لیے ہم ان کے بیحد ممنون ہیں۔

پانچواں شاعر جس نے اُردو میں چندر بدن کا قصہ نظم کیا وہ بابا چندر حسینی واقف

عرف پیراں صاحب ہے یہ بیجاپوری شاعر ہے اور اس نے سنہ ۱۲۲۷ھ میں یہ قصہ لکھا اس کا ایک ایک نسخہ کتب خانۂ نواب سالار جنگ بہادر اور کتب خانۂ آصفیہ میں موجود ہے۔ دیگر تمام شعرا کے قصوں کے مقابلے میں یہ بہت طویل ہے شاعر نے اپنے خیالات کا اظہار مختلف طریقوں پر کیا ہے۔ مثلاً سراپا چندر بدن پر ہی اس نے (۱۰۷) شعر لکھ دیئے ہیں، مہیار جب کدری کوٹہ پہنچتا ہے تو اس کی تفصیل (۳۷) اشعار میں دی گئی ہے۔ غرض ہر مضمون کو اس نے طول دیا ہے اور اپنی مثنوی کو زیادہ دلچسپ اور سلیس بنانے کی کوشش کی ہے سبب تالیف بیان کرتے ہوئے کہتا ہے کہ ان کے عشق کے حالات نہایت ہی عجیب و غریب ہیں جو بھی سُنے گا وہ متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے گا۔ سنتے ہیں کہ دکھنی زبان میں مقیمی نے اور فارسی میں عشق نے ان واقعات کو بیان کیا ہے۔ میں ہندوستانی (شمالی ہند کا) تو نہیں ہوں البتہ مقدور بھر کوشش کروں گا کہ اپنی زبان میں اس کو بہتر طریقے پر پیش کر سکوں۔ میں نے فارسی کا اتباع کیا ہے اور دونوں قصے میرے ماخذ ہیں کہیں میں نے زیبِ داستان کے طور پر استادانہ انداز میں کچھ بڑھا بھی دیا ہے۔ اس کے اشعار حسب ذیل ہیں۔

سخن گوئی کا مجھ کو بس کہ ہے شوق　　نہیں کچھ اور باتوں کا مجھے ذوق

نہیں ہے یاں کسی کو پائیداری　　رہی لیکن سخن کی یادگاری

Hanif Razvi

غرض ہے ایک عاشق ان میں مہیّا ۔۔۔ وہ سارے عاشقاں کا ہے گا سالار

نہ ویسا ہووے گا نا کوئی ہوا ہے ۔۔۔ کہ وہ یوں عشق میں ثابت ہوا ہے

نہ معشوقوں میں ہے چندر بدن سی ۔۔۔ فدا عاشق پہ کرنے کے نہیں جی

نہ ہوویں گے کوئی ہندو دکن میں ۔۔۔ ملے بعد از موئے کے یوں کفن میں

عجب کچھ عشق کا ان کے ہے احوال ۔۔۔ سُنے سے جس کے غم برپا ہو فی الحال

نہ کوئی ان کا قصہ خوب بولا ۔۔۔ نہ ان کے عشق کے دفتر کوں کھولا

مقیمی نے مگر دکھنی زباں میں ۔۔۔ لکھے ہیں قصہ اک اُن کے بیاں میں

کئے ہیں مختصر کچھ اس میں مذکور ۔۔۔ ولیکن ہے جہاں کی سچ یہ مشہور

لکھا ہے فارسی کوئی رسالہ ۔۔۔ یہ سب قصے کا ہے اس میں حوالہ

غرض کچھ اور ہے اس میں حکایت ۔۔۔ جو پائی اُس نے راوی سے روایت

تخلص فارسی والے کا تھا عشق ۔۔۔ سراپا عشق کا قصہ لکھا عشق

اگرچہ میں بھی تو اہلِ دکن ہوں ۔۔۔ نہیں کچھ ہند کا صاحب سخن ہوں

ولے ہندی سے اپنے حسبِ مقدور ۔۔۔ بیاں کرتا ہوں سُنئے اس کا مذکور

تتبع فارسی کا میں کیا ہوں ۔۔۔ روایت ہر دو قصوں سے لیا ہوں

کہیں بولا حکایت کر زیادی ۔۔۔ کیا ہوں آپنی ہی اوستادی

Hanif Razvi

واقف کے بعد ایک اور شاعر حاجی شیخ محمد عبدالقادر شاکر رئیس وانم باڑی (مدراس) نے بھی اس قصے کو نظم کیا ہے یہ قصہ گلزار شاکر کے نام سے شوکت الاسلام پریس بنگلور سے سنہ ۱۹۰۸ء میں شائع ہو چکا ہے اصل کتاب میں قصے سے زیادہ مذہبی مباحث روایات اور تصوف کی جھلکیاں نظر آتی ہیں۔ قصہ ص۸۰ پر ختم ہو جاتا ہے اور تاریخیں اور دیگر اشعار بھی دیے گئے۔ حمد و نعت، مناجات و مدح پیر کے بعد میر محبوب علی خاں آصفجاہ سادس کی مدح کی گئی ہے سبب تالیف اس طرح بیان کیا گیا ہے۔

مثنوی چندر بدن مہیار کی — ہیر ہی تھی دیکھی ہوئی اک بار کی
مولوی باقر آگاہ نام — نظم کی تھی آپ نے با انتظام
مل گئی مجھ کو پرانی بھی کتاب — اس زمانے کی تھی وہ لکھی کتاب
دیکھا دونوں کو ملا کر شوق سے — فرق بیّن یہ نظر آئے مجھے
تھی دکن والوں کی وہ اگلی زباں — جس میں مطلب کا نہ ملتا تھا نشاں
چھان کر تلچھٹ کو صاف ایسا کیا — پھر نئے دو آتشہ وہ بن گیا
سب کو یہ معلوم ہے مشہور بات — ہے صداقت اس میں اے عالی صفات
غور سے دیکھے اگر اہلِ نظر — شاہدِ معنیٰ ہے اس میں جلوہ گر

یہاں انھوں نے یہ واضح تو نہیں کیا کہ کس مصنف کی کتابیں ان کے ہاتھ لگیں

Hanif Razvi

قیاس کہتا ہے کہ مقیمی اور آتشی کی ہوں یا پھر مقیمی اور باقر آگاہ ہی کی۔

اب تک ہم نے صرف ایسے شعراء کو لیا ہے جنھوں نے چندر بدن کا قصہ من وعن بیان کر دیا اب ہم ایسے شعرا کو لیں گے جنھوں نے پلاٹ لے کر اس میں تصرفات کئے۔

میر تقی میر
۱۱۲۵-۱۲۲۵ھ

میر تقی میر نے تین مثنویاں "دریائے عشق" "شعلۂ عشق" اور "اعجاز عشق" لکھی ہیں۔ ان کے پلاٹ میں کچھ یکسانیت پائی جاتی ہے۔ گمان یہ ہے کہ میر نے سیف اللہ کی طرح چندر بدن کی کہانی سنی ہو اور قصے میں ندرت ہونے کی بنا پر اسے اپنے انداز میں لکھا ہو۔

۱۔ "دریائے عشق" میں ایک جوان رعنا نے ایک ماہوش کو کھڑکی میں کھڑی دیکھا اور اپنا دل ہار دیا۔

ہوش جاتا رہا نگاہ کے ساتھ　　　صبر رخصت ہوا اک آہ کے ساتھ

ایک عرصے تک وہ کوئے جاناں میں دیوانوں کی طرح پھرتا رہا۔ لڑکی کے باپ نے بدنامی کے خوف سے یہ طے کیا کہ کچھ عرصے کے لیے اس کو کہیں دور بھیج دیا جائے چنانچہ ایک دایہ کو ساتھ دے کر رات میں لڑکی کو محافے میں سوار کرایا اور محافہ روانہ ہوا۔ عشق نے عاشق کو خبر کر دی اور وہ محافے کے ساتھ ہو لیا۔ محافہ جب دریا کے کنارے پہنچا تو دایہ نے عاشق کو تسلی دی اور معشوق سے ملانے کا وعدہ

Hanif Razvi

کیا۔ لیکن در پردہ دشمنی پر تل گئی۔ جب یہ سب لوگ کشتی میں بیٹھ کر دریا کو عبور کرنے لگے تو دایہ نے لڑکی کی پاپوش دریا میں پھینک دی اور عاشق سے کہا کہ اگر تو عاشق صادق ہے تو دریا سے جوتی نکال لا ورنہ تیری محبوبہ ننگے پیر پھرے گی۔ عاشق نے ایک جست لگائی اور پھر ؎

کہتے ہیں ڈوبتے اُچھلتے ہیں　　　یوں جو ڈوبے کہیں نکلتے ہیں

عاشق نے اپنی جان دے دی اور عشق نے معشوق پر اثر کرنا شروع کیا۔ کنارے پر پہنچنے کے بعد لڑکی نے اپنی دایہ کو چکمہ دے کر دریا کے سیر کی ٹھانی اور کشتی میں سوار ہو کر اسی مقام پر آئی جہاں عاشق نے جان دی تھی اور پانی میں کود گئی۔ جب دام داروں اور غواصوں نے اس کو تلاش کیا تو ؎

نکلے باہر ولے موئے نکلے　　　دونوں دست و بغل ہوئے نکلے

محمد باقر آگاہ نے بھی اس قصے کو "غرقابِ عشق" کے عنوان سے نظم کیا ہے۔

۲۔ "شعلۂ عشق"۔ اس قصے میں بیان کیا گیا ہے کہ پرسرام نامی ایک نوجوان پٹنہ میں رہتا تھا۔ اس کے حسن و جمال کو دیکھ کر ایک اور شخص اس پر فریفتہ ہو گیا تھا دونوں آپس میں روز ملتے اور محبت میں اضافہ ہوتا۔ جب پرسرام کی شادی ہو گئی تو وہ اپنے دوست سے نہ مل سکا اس لیے کہ اس کی بیوی کو ایک لمحے کی جدائی

Hanif Razvi

گوارا نہ تھی ایک دن دوست پرسرام سے ملا اور اس کو سمجھایا کہ عورتیں مرد کو اپنے قابو میں رکھنے کے لیے ایسے حیلے بہانے کرتی ہیں اگر تمھیں یقین نہ ہو تو آزما کر دیکھ لو ایک شخص یہاں سے جائے اور اس کو تمھارے دریا میں ڈوب جانے کی اطلاع دے اور دیکھے کہ اس پر کیا گزرتی ہے۔ اس رائے پر عمل کیا گیا جب قاصد نے یہ خبر وحشت اثر پرسرام کی بیوی کو پہنچائی تو اس جانگداز خبر کو سن کر اس کی موت واقع ہو گئی پرسرام کو جب اس کا علم ہوا تو رویا پیٹا۔ دریا کے کنارے کریا کرم کیا دن بہ دن اس کی حالت غیر ہوتی گئی اور آخر دریا کے کنارے ہی رہنے لگا۔ یہاں ایک دام دار رہتا تھا اس نے پرسرام کو بتایا کہ ہماری گزر بسر اب بہت مشکل ہو گئی ہے اس لیے کہ رات میں ایک شعلہ آسمان سے دریا کی طرف آتا ہے اور "پرسرام تو کہاں ہے" کی صدا لگاتا ہے اس وجہ سے دام میں شکار نہیں آسکتا۔ اس بیان سے پرسرام کی محبت کی آگ اور تیز ہو گئی ایک دن وہ کشتی میں چند لوگوں کے ساتھ نکلا اور عین اس مقام پر جہاں شعلہ اترتا تھا کود گیا لوگوں نے بہت کچھ تلاش کی لیکن اس کی نعش دستیاب نہ ہوئی۔

بعض نقادوں نے میر کی ان دو مثنویوں کی طرف اشارہ کیا ہے اور یہ بتلایا ہے کہ میر صاحب نے چندر بدن و مہیار کے قصے سے متاثر ہو کر یہ مثنویاں لکھیں لیکن تیری

Hanif Razvi

مثنوی "اعجازِ عشق" ہے جس کا پلاٹ چندر بدن سے ملتا جلتا ہے۔ میر نے بتایا ہے کہ یہ کہانی انھوں نے کسی فقیر سے سنی کہتے ہیں۔

کسو معتبر سے روایت ہے اک　　　　کہ درویش سے یہ حکایت ہے اک

حکایت یہ ہے کہ درویش ایک ملک میں پہنچا اور ایک نوجوان کو دیکھا کہ وہ بے خودی اور بے قراری کے عالم میں زندگی گزار رہا تھا۔ ایک دن اس نوجوان نے اپنے عشق کا راز فقیر سے کہا اور اس نے ازراہِ ہمدردی اس کو نصیحت کی۔

کہ اے نازپروردِ مہر و وفا　　　　کوئی اپنے جی پر کرے ہے جفا
مثل ہے کہ جی ہے تو ہوگا جہاں　　　　وگرنہ موئے پر ہے کیا میری جاں
تلف یوں نہیں جان کرتا کوئی　　　　نہیں اس سلیقے سے مرتا کوئی

درویش کی دلجوئی دیکھ کر نوجوان کہنے لگا کہ وہ ایک ترسا دختر پر عاشق ہے اور اس کے فراق میں اپنی جان ہلکان کر رہا ہے۔ درویش نے معشوق تک اس کا پیام پہنچانے کا وعدہ کیا اور ترسا کے گھر پہنچ کر پیغام سُنایا معشوق نے جواب میں کہا

کہ ہجراں میں جو بے قراری کرے　　　　سرِ راہ فریاد و زاری کرے
نہ سونے دے نالوں سے ہم سایہ کو　　　　بھلی موت ایسی فرومایہ کو

تب یہ پیام درویش نے نوجوان کو سُنایا تو اس نے اپنی جان دے دی۔

میر کہتے ہیں ؎

کہ اک بات کی بات میں مرگیا

درویش نے فوراً یہ اطلاع معشوق کو پہنچائی اور لوٹا ابھی دس قدم بھی نہ چلا ہو گا کہ ؎

صدا ایک نوحے کی آنے لگی | کہ یعنی وہ دختر ٹھکانے لگی
محبت نے کام اپنا پورا کیا | کہ ان دونوں لعلوں کو چورا کیا

"چندر بدن و مہیار" میں نتیجتاً دونوں کی نعشیں پیوست ہو جاتی ہیں اور میر کی مثنویوں میں اول الذکر میں یکسانیت ہے مگر بعد کی دو مثنویوں میں ایسا نہیں ہوتا بلکہ وہ ایک کی موت کے ساتھ دوسرے کی موت بھی پیش کر دیتے ہیں تاہم پلاٹ میں بہت کچھ یکسانیت پائی جاتی ہے۔

ارکاٹ کے ایک شاعر سید محمد موسوی والہ متوفی ۱۱۸۲ھ نے ایک مثنوی "طالب و موہنی" لکھی ہے ان کا حال "تذکرہ گلزارِ اعظم" میں موجود ہے۔ سید محمد موسوی کے والد سید محمد باقر خراسان کے رہنے والے تھے۔ سید محمد والہ وہیں پیدا ہوئے تعلیم و تربیت پائی اور عالمگیر کے آخر عہد میں شمالی ہند سے ہوتے ہوئے حیدر آباد آئے اور پھر انور الدین خاں صوبہ دار ارکاٹ کے ساتھ ارکاٹ پہنچے جہاں

انھوں نے ایک بوڑھے برہمن سے چندر بدن و مہیار کا قصہ سُنا اور خود ایک ہزار شعر کی مثنوی "طالب و موہنی" لکھی۔ چندر بدن کے پلاٹ سے یہ قصہ کافی مشابہت رکھتا ہے۔ قصہ یہ ہے کہ ایک نوجوان شخص طالب نامی نے موہنی کو دیکھا اور دیدار کی تاب نہ لا کر بے ہوش ہو گیا۔ جب ہوش آیا تو اس نے اپنا واقعہ موہنی سے بیان کیا اور اس کے گھر پر دھونی رمائی۔ موہنی کے مہاجن باپ نے بدنامی کے ڈر سے طالب کو ہٹانے کے لیے سو بہانے بنائے لیکن بے سُود۔ آخر موہنی کی موت مشہور کر دی گئی اور فرضی جنازہ لے جایا گیا جس میں طالب شریک تھا۔ کسی نے اس سے کہہ دیا کہ "تم عاشق ہو کر زندہ موجود ہو" یہ الفاظ اس کے دل پر بہت کاری لگے اور اس نے دیوانگی کے عالم میں کنویں میں گر کر جان دے دی۔ جب موہنی کو اطلاع ہوئی تو وہ بھی آ کر کنویں میں گر پڑی۔ جب دام داروں اور غوطہ خوروں نے انھیں نکالا تو وہ دونوں آپس میں پیوست تھے اس لیے انھیں ایک ہی قبر میں دفن کیا گیا۔

واؔلہ نے قصے میں دلچسپی کو برقرار رکھنے کے لیے کچھ بڑھا لیا ہے لیکن اس کا ماخذ "چندر بدن" ہی ہو سکتا ہے کہ اس نے آتشی یا مقیمی کا قصہ پڑھا یا صرف کہانی ہی سُنی۔ اور اپنے ذوق کے مطابق اسے نظم کر دیا۔

ایک اور شاعر انور ہے جس نے ۱۲۵۹ھ میں ایک مثنوی "شمع عشق" لکھی

Hanif Razvi

اس کا ایک مخطوطہ کتب خانہ جامع مسجد بمبئی میں موجود ہے اس میں بھی چندر بدن کے قصے کو بنیاد بنایا گیا ہے یا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ میر کی مثنوی "دریائے عشق" کو پیشِ نظر رکھا ہو۔ اس میں ایک مسلم لڑکا ایک برہمن لڑکی پر فریفتہ ہوتا ہے۔ بدنامی سے بچنے کے لیے لڑکی کی موت کی خبر پھیلادی جاتی ہے۔ جب لڑکے کو یہ خبر پہنچتی ہے تو وہ گنگا میں ڈوب کر خودکشی کرلیتا ہے۔ جب لڑکی کو اس کے ہلاک ہونے کی اطلاع ملتی ہے تو وہ بھی چھُپ کر گھر سے نکلتی اور گنگا میں کود پڑتی ہے۔ لڑکی کے لوگ مچھیروں کے ذریعے اس کی تلاش کرتے ہیں تو دونوں کی نعشیں پیوست شدہ دستیاب ہوتی ہیں اس کے بعد ان دونوں کا ایک ساتھ کریا کرم کیا جاتا ہے اور سمادھی بنائی جاتی ہے۔

اس مخطوطے میں ۹۱ صفحات ہیں مسطر ۱۴ سطری ہے اور سائز "۹ × "۷ ہے۔

ادبی خصوصیات

مقیمی کی مثنوی ادبی نقطۂ نظر سے بعد کی مثنویوں کے مقابلے میں کوئی اہمیت نہیں رکھتی اس میں نہ غواصی کا زورِ بیان پایا جاتا ہے اور نہ نادر اور اچھوتی تشبیہات ہی ہیں۔ غواصی کی عشقیہ مثنوی "سیف الملوک اور بدیع الجمال" اس کے سامنے موجود تھی وہ اس سے زیادہ بہتر لکھنے کی کوشش کرسکتا تھا لیکن وہ ایرانی نژاد اور فارسی کا شاعر تھا اس لیے دکھنی اشعار میں وہ روانی نہیں پائی جاتی۔ غواصی کی مثنوی میں فوق فطری عناصر کی بہتات ہے لیکن مقیمی نے

Hanif Razvi

تمام واقعات کو بالکل فطری انداز میں پیش کرنے کی کوشش کی ہے البتہ ایک چیز غیر فطری دکھائی دیتی ہے کہ انجم نگر کا بادشاہ جو مہیار کا ہمدرد بن گیا تھا اس کو اپنی جرم سرا میں لے گیا تاکہ وہ اپنے لیے کسی نازنین کو منتخب کر لے اس حد تک قباحت نہ تھی لیکن اس کے بعد امرا کی حرم سراؤں میں اور اس کے بعد تمام ہندوؤں اور مسلمانوں کے گھروں میں مہیار کو بھیجا گیا کہ اگر کوئی حسین لڑکی پسندِ خاطر ہو تو اس سے شادی کرا دی جا سکے۔

مقیمی کی تشبیہات میں بہت کم تشبیہیں اچھوتی ہیں ایک مقام پر وہ خدا کی بارگاہ میں التجا کرتے ہوئے کہتا ہے کہ نفس نے مجھ پر اتنا غلبہ پا لیا ہے کہ اب میں اس پر غالب نہیں ہو سکتا اور نفس مجھ پر اس طرح مسلط ہے جیسے ایک سوار گھوڑے کو اپنے قابو میں رکھتا ہے ۔

کہ غالب ہو مجھ پر اہے نفس یو   ترنگ کوں چلاتے پر چڑھنہار جوں

مہیار چندر بدن سے گفتگو کے دوران میں کہتا ہے کہ میں تیرے سوا کسی اور کا تصور بھی نہیں کر سکتا اگر تو نہ مل سکے تو میری کیفیت ماہی بے آب کی سی ہوگی ۔

سو تج بن مجے کوئی ہونا نہیں   کہ بن جل مچھی کا سو جینا نہیں

ایک مقام پر چندر بدن کے رُخ کو آفتاب سے تشبیہہ دی ہے ۔

Hanif Razvi

سو بھور انے راجے کو یوں جاب دی   اپس مکھ کے افتاب کوں تاب دی

مقیمی فارسی کا عالم اور شاعر تھا لیکن اس کے باوجود اس نے دیگر دکھنی شعرا کی طرح املا میں حسب ضرورتِ شعر تبدیلی کرلی ہے۔ مثلاً شہر کو شہار، مشہور کو ضرورت کے وزن پر مشور، وضع کو وزا یا وضا دونوں طرح سے لکھا ہے۔ احوال کو ھوال استعمال کیا ہے۔ تحریر میں حروف فارسی کا استعمال ہوا ہے اس لیے پ، ٹ، چ، ڈ، ڑ، گ کو فارسی حروف کی شکل میں لکھا گیا ہے۔ یائے معروف و مجہول میں بھی کوئی فرق نہیں کیا گیا اور نہ تذکیر و تانیث ہی کا لحاظ رکھا ہے۔

کہنا اور کرنا کا ماضی مطلق کیا اور کرا استعمال ہوا ہے الفاظ میں جو حروف آج متحرک اور ساکن استعمال ہوتے ہیں اُس دور میں کوئی اہمیت نہ تھی۔ ضرورت شعری کی بنا پر جس طرح لفظ شعر میں بندھ جاتا اسی کو موتی سمجھ لیا جاتا۔

ہم یہاں تقابلی مطالعے کے لیے مقیمی، بلبل، محمد باقر آگاہ، واقف، سیف اللہ اور عبد القادر شاکر کے دو ایک ایسے مقامات پیش کرتے ہیں جن میں بلحاظِ قصہ یکسانیت پائی جاتی ہے۔

مقیمی نے عشق کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے۔

مقیمی

اتا سُن کتا ہُوں خلاصے کی بات — دھریا ہوں جو دل میں اگن کے سنگات

دُنیا میں بڑا ہے پرت کا رتن — پرت بن نہیں کوئی خالی جیون

پرت کو بنایا ہے کرتار دو — پرت سونچہ سنواریلے ہے سنسار دو

خلاصے میں سب کچ پرت ہے اول — پرت بن نہیں کوئی دوجا فضل

پرت بن عشق کیں ابجتا نہیں — کہ مرنا و جینا سمجھتا نہیں

پرت پنچ دانا دوانہ کرے — پرت نے بیگانہ یگانہ کرے

پرت جیو سوں ہاتھ دھوتی اہے — پرت نیہ کے بیج بوتی اہے

پرت کے دریا کا شناور ہوں میں — پرت بیچ غوطے میں یاور ہوں میں

کمند پرت بیچ سنپڑیا ہوں میں — مقیمی پرت سونچہ اکڑیا ہوں میں

بلبل

کیا خواہش جگت کرنا پسارا — ظہور اپنے کوں کرنا آشکارا

اُٹھایا عشق کے دریا کوں گوہر — رکھنا ہے حسن کا جلوہ نظر پر

کیا جب آتشیں رخسارۂ گل — ہوا تاراج اس سیں جانِ بلبل

کیا جب شمع کا رخسارہ روشن — ہوے غارت ہے پروانہ کا خرمن

عجب ہنگامۂ حسنِ خدا ہے — سپند عشق اس پر دل فدا ہے

Hanif Razvi

اسی کے حسن کا چھلکا رسارا — ہوا ہے عشق بازاں کا نظارہ

اسی کا حسن ہے خوباں میں جگ کے — لجاوے دل چرا آدم سوں جگ کے

وہی محبوب سب کا ہے دلآرام — اسی کے حسن قدرت سوں نلارام

اسی کا حسن ہے لیلیٰ کا مضموں — اسی کی ہے عبارت عشق مجنوں

اسی کے عشق کا فرہاد تیشہ — کیا سنگ دل تراشی کا وو پیشہ

اسی کے حسن کا ہے اب سرانجام — مسلماں کر کے ہندو کوں کیا رام

زباں اس مے کی مستی سوں کرے خوش — ادب لب کوں کہاں اے یار خامش

عبدالقادر شاکر

ابن عربی حضرت شیخ الشیوخ — اس طرح کہتے ہیں اے اہلِ رسوخ

عشق دیتا ہے جسے ربِ جہاں — اس پہ رمزِ حسن کرتا ہے عیاں

نقش میں پنہاں ہے نقاشِ ازل — حسن میں تاباں ہے عشقِ لم یزل

حسن پر جو مست ہے سرمستِ ناز — منکشف ہے اس پہ ہر سربستہ راز

اچھی صورت دل میں آ ہی جاتی ہے — آنکھ کے اندر سما ہی جاتی ہے

برزخِ عالم ہے حسنِ مہوشاں — آئینہ ہیں سب حسینانِ جہاں

حسن کے پردے میں ہے حس کی نمود — عالمِ ارواح کا ہے وہ وجود

Hanif Razvi

حسن ہے نورِ حقیقت کا ظہور
رہبرِ عاشق یہی ہے خاص نور

منزلِ مقصود کا حاصل ہے حسن
پیرو اصل مرشدِ کامل ہے حسن

حسن ہے حسنِ ازل کا آئینہ
حسن ہے حسنِ عمل کا آئینہ

حسن ہے علم الیقین عین الیقیں
حسن ہے حق الیقیں حق المبیں

ہے عجب ناز و نیازِ حسن و عشق
ہے عجب سوز و گدازِ حسن و عشق

ساز میں آواز میں ہے حسن و عشق
راز میں اعجاز میں ہے حسن و عشق

عشق کے دم سے ہے جو کچھ ہے یہاں
یہ نہ ہو تو پھر کہاں کون و مکاں

چندربدن کے سراپا کے متعلق اظہارِ خیال

مقیمی

اتھی خوبصورت میں جیوں شہ پری
ولیکن پری سوں اتھی برتری

لطافت میں موزوں و شیریں سخن
اتھا ناؤں اس کا سو چندر بدن

چنچل مد کی ماتی نزاکت کی دھات
پھرے نت ہمیشہ سہیلیاں سنگات

گرب ناز ماتی وہ پھرتی اتھی
کہ اس دیو پوجا و کرتی اتھی

تھی محبوبِ عالم کی وہ گلبدن
کہ چندر جیسے دیکھ کرتا سرن

بلبل

عجب دختر کہ وو یک شہ پری ہے
پری سوں وو زیادہ گن بھری ہے

شبستانِ عدم سوں آشکارا
نکل آیا ہنم کا چاند سارا

ہوا اس نور سوں سب محل روشن
ہوا باغِ طرب فردوسِ گلشن

پڑا اس کا خوشی سوں تخت پر چڑ
کیا بخشش خزینہ گنج و گوہر

برہمن تلتاں ناقوس و زنار
کئے چندر بدن کا نام اقرار

کروں کیا وصف اس جادو لقب کے
پری پیکر نگارِ غنچہ لب کے

کہ اب تک شورِ محشر جلوہ گر ہے
ہزاراں دل شہیدِ غمزہ گر ہے

قیامت اس کے قامت سوں ہے پیدا
جہاں پر شورِ محشر ہے ہویدا

رخ اس کا ہے جو خورشیدِ قیامت
رہے کیوں کر دلِ مردم سلامت

چلے جب سیرِ گلشن کوں چمن میں
نہ دیکھے یو نزاکت گل سمن میں

دیکھ اس کی چشم کوں خوں بار نرگس
تحیر سوں کیا اقرار نرگس

کہ آئی ہے بلا ہے گل چمن پر
ستم ہے بلبلاں کی انجمن پر

نگاہِ نیم کا لی نیمچہ ہات
کرے قتلِ چمن ہیہات ہیہات

Hanif Razvi

دھرے گر پاؤں او پر چشم بلبل | او گے پلکھاں سوں اس کے تختہ گل

سیف اللہ

سندر، ساوری، مست اجوبن بھری | شگفتہ جبیں، شیر دل، من بھری

دو زلفاں اسے بانکی کالیاں | نین مرگ سی مست، متوالیاں

غضب ناک اور چپت وچالاک تر | نپٹ اچپلی، شوخ، بے باک تر

زنخ سیب غبغب نپٹ صاف تر | صراحی سی گردن تھی نازک کمر

نہ خواہش اسے مطلقاً مرد کی | یہی چاہ تھی رہنے الفرد کی

پوتر رہی پوجا اور پاٹھ میں | رکھی گیان کا دھیان دن رات میں

بابا حسینی واقف نے چندر بدن کا جو سراپا لکھا ہے اس میں (۱۰۷) اشعار ہیں جن میں سے چند یہاں نقل کیے جاتے ہیں۔

سو تھا چندر بدن اس حور کا نام | کریں خوبانِ عالم جس کا اکرام

کہ اس کا نام تو چندر بدن تھا | صفا خورشید سے بھی جس کا تن تھا

تھی سال و سن میں وہ بارہ برس کی | پہ تیرہ کی، نہ چودہ کی، نہ دس کی

سراپا کیا کروں تعریف اس کی | نہ ہو کچھ مجھ سے بھی توصیف اس کی

وہ مکھڑا چاند کے مانند تاباں | فلک پر حسن کے مہرِ درخشاں

نہ مہر و مہ میں بھی تاب اس کے رُو کا
فقط یک طور کا سا تھا بھبوکا

جو دیکھے اس کے سر کے گرسیہ بال
شبِ تاریک کا دل ہووے پامال

درازی میں قلم گر ہووے جاری
تو گردش میں رہے گا رات ساری

خطِ باریک بر فرقش ہویدا
رہِ خضر است در ظلمات پیدا

گندھی چوٹی نظر یوں پشت پر آئے
کہ جیسے ناگنی آپس میں بل کھائے

گرہ موبافِ زری کی پھبن تھی
چمکتے سانپ کے جیوں منہ میں من تھی

سوادِ طرہ اس خجلت دہِ حور
بیاضِ عارضش نورٌ علیٰ نور

عبد القادر شاکر

صورت اس کی صورتِ شمس الضحیٰ
رویت اس کی رویتِ بدر الدجیٰ

چودھواں آغاز اس مہوش کا سال
ماہ دو ہفتہ ہے وہ بدرِ کمال

نام بھی چندر بدن اس ماہ کا
ہے سراپا نور وہ اللہ کا

اللہ اللہ وہ بتِ سرو سہی
اللہ اللہ وہ جمالِ یوسفی

چہرۂ تاباں بتِ طناز کا
ہے عدو چرخِ بریں کے ناز کا

اس کی پیشانی کی نورانی جھلک
چھینتی ہے شمعِ انجم کی چمک

ابروئے خمدار بچھو کے مثال
ابر کے دو ماہِ کامل پر ہلال

Hanif Razvi

خالِ مشکیں عارضِ پُرنور پر
وہ ذقن میں چھوٹی سی قلقل جلوہ گر

وہ سنہرا رنگ وہ چہرہ غضب
وہ گلابی گال وہ یاقوت لب

وہ ادا جادو وہ چتون سحر بار
وہ فسوں گر آنکھیں وہ جادو نگار

جوبن اس کا قہر آفت ہے شباب
اس کا قامت ہے قیامت کا جواب

جب فہیار نے چندربدن سے بل کر اپنے عشق کا اظہار کیا تو اس وقت چندربدن نے جواب دیا۔

مقیمی

نزک جا کے بولیا کہ سُن اے پری
مجے تج لطافت دِوانہ کری

دِوانہ ہوں تیرا دِوانے کے تئیں
اپس تے نہ کر دور جانے کے تئیں

سو تج بن مجے کوئی ہونا نہیں
کہ بن جل مچھی کا سو جینا نہیں

سو یوں کہہ ادب سوں نوڑکر ادنے
دھریا سیس اُس کے چرن پر اونے

لکد مار اس کوں اُٹھی بول یوں
سمج کچ اپس کوں اے بے ڈول توں

ہندو میں کہاں ہو زنزک توں کہاں
کہاں رام سیتا مور کت توں کہاں

کہاں میں چندر ماں کہاں توں دیوا
کُتا کیا موئے توں دوانہ ہوا

بلبل

Hanif Razvi

قدم پر جا کیا آداب سجدہ — بجا لایا وو سر سیں داب سجدہ

تو ہیں سلطان خوباں شہ پری ہے — یو صورت تجہ دوانہ مجہ کری ہے

اچھرٹائی مج کوں میرے خانماں سوں — کرے تاراج مجکوں دل و جاں سوں

اے سر میرا نثارِ خاکِ راہ ہے — دلِ پر خوں شہیدِ جلوہ گاہ ہے

تری یہ زلفِ مشکینِ گرہ گیر — ہوے ہیں دامِ دل، زنار زنجیر

دیا سب آگ میں سامانِ طاقت — فغاں ہے دل اوپر شورِ قیامت

قبولی نیں نمازِ بے نیازی — کری عاشق سوں ظاہر بے نیازی

یوں سن کر آ غصے میں ہو غضب تیز — کرے شبدیز کو غمزہ کی مہمیز

قدم سوں اس کے سر کو مار ٹھوکر — کہی "بکتا ہے کیا دیوانہ ہوکر"

"کہاں ہیں چاند ہوں ہور توں دیوا ہے — موئے دیوانہ بیہودہ ہوا ہے"

سیف اللہ

کہ جو ین کا من ہیں تکبر نہ کر — تکبر کا من ہیں تصور نہ کر

ہیں ہموں منتظر تجھ ملاقات کا — کوچے بیچ لے سُدھ پڑا رات کا

درس دیجئے آج گھونگٹ کھلا — کریا نہ بروعدہ کل صفا

Hanif Razvi

"سمجھ ہوش ہیں اور توں سب فنا
وہی ایک ہے انت باقی بقا"

"دیوانے موئے تجھ کو ہے کیا ہوا
پرے مر کہاں کیوں نہ اب تک موا"

واقف

کہ ایسے ہیں وہاں سے آئی دل بر
نکل جیوں ابر سے خورشید انور

جو دیکھا حسن کا آتا ہے بوٹا
وہ جیسا شمع پہ پروانہ ٹوٹا

گرا اس کے قدم پہ جا کے اک بار
نہایت عاجزی کے ساتھ مہیا

کہا قدموں پہ گر "عاشق ہوں تیرا
کہ تجھ پر جان و دل قربان میرا"

یہ سن کر کھینچ سر سے پاؤں وہ ماہ
لگی غصے سے کہنے "واہ رے واہ!"

"سمجھ کر بات کہہ کچھ اے کمینے
اگر چہتا ہے تو دنیا میں جینے"

کہی "مت عشق کا مت کر بہانہ
ہوا ہے کی موے ناحق دوانہ"

شاکر

اس کے بعد آئی وہاں چندر بدن
گلبدن، غنچہ دہن، رشکِ چمن

زعفرانی رنگ اور زریں لباس
ان لباسوں پہ عجب پھولوں کی باس

Hanif Rezvi

وہ پہا نبوئی کے آگے شاد شاد ‏ ‏ ‏ مانگتی تھی عجز سے اپنی مُراد

پا کے بُو چندر بدن کی ماہیار ‏ ‏ ‏ ہو کے آیا پاس اس کے بے قرار

فرطِ الفت سے لپٹ کر رو دیا ‏ ‏ ‏ کچھ جھجک سے اس کے ہٹ کر رو دیا

قہر سے چندر بدن نے یہ کہا ‏ ‏ ‏ "اُے موئے چل، کیا تو دیوانہ ہُوا"

مقدمہ کی کتابت ہو چکی تھی کہ ادارہ ادبیاتِ اُردو کے کتب خانے میں "چندر بدن و مہیار" کا ایک اور نسخہ داخل ہُوا یہ خطِ نسخ میں ہے اور تحریر قطب شاہی دَور کی معلوم ہوتی ہے۔ اس کی سائز ½ × ۵½ ہے اور اشعار کی تعداد (۴۹۹) ہے اس نسخے میں حمد کے بعد مناجات نہیں بلکہ نعت اور منقبت کے بعد عبد اللہ قطب شاہ کی مدح میں حسبِ ذیل اشعار دیئے گئے ہیں

درصفتِ پادشاہ سُلطان عبد اللہ

مقیمی توں کر صفت شہ کا اتیا ‏ ‏ ‏ جنے تج کوں روشن کیا ہے اتیا

جو سلطان عبد اللہ ہے شہ گنبھیر ‏ ‏ ‏ شمس قمر تے اس کا روشن ضمیر

کہ عدل ہور انصاف ہور داد کا ‏ ‏ ‏ او ہے پادشاہ حیدرآباد کا

امن میں خلق اس کے پر تو تلے ‏ ‏ ‏ جو سارے دکن میں دِرائی چلے

Hanif Razvi

دکھن میں یو کیا بلکہ ہے ہند میں　　اہے نام اس کا بھی سند میں (؟)

دکھن کے شہاں میں گرامی ہے او　　گرامی اہے ہور نامی ہے او

دکھن کے شہاں دیکھ پھر یوں کہے　　محمد قلی پھر کو آیا اہے

محمد قلی بھی شہاں کس شمر میں　　سو حاتم سا شاہ اس کے نت امر میں

ضحاک ہور فریدون سا شیر او　　کرے پل میں کئی دشمناں زیر او

ہے ایسا سو او بادشاہ بے بدل　　دکھن کے شہاں میں ہے او ات اول

مقیمی صفت شہ کی کر توں تمام
اتیا توں قصہ کا بنا کر کلام

ہمارے علم میں جتنے نسخے ہیں، جن کا ہم نے وقتاً فوقتاً ذکر کیا ہے اور جن کی فہرست آخر میں دی جا رہی ہے ان میں کہیں بھی عبد اللہ قطب شاہ کی مدح نہیں۔ ہم اوپر ذکر کر آئے ہیں کہ مقیمی بیجاپور میں پیدا ہوا اور حسن شوقی کی طرح مختلف درباروں میں رہا نظام شاہی دربار میں بہت کم رہنے کا موقع ملا اس سے کچھ زیادہ مدت اس نے گولکنڈے میں گزاری اور عمر کا بیشتر حصہ جیسا کہ اس کے فارسی دیوان میں لکھی ہوئی تاریخوں سے معلوم ہوتا ہے بیجاپور میں گزارا۔ ۱۰۴۱ھ میں مقیمی گولکنڈہ کے سفیر کی حیثیت سے بیجاپور میں مقیم تھا

Hanif Razvi

(حدیقۃ السلاطین ص۱۰۰) یہ دور عبداللہ قطب شاہ کا ہے اور اس کا امکان ہے کہ اس نے مثنوی تو بیجاپور میں لکھی لیکن گولکنڈے کی ملازمت میں منسلک ہونے کے بعد عبداللہ قطب شاہ کے دربار میں پیش کرنے کے لیے یہ اشعار بڑھا دیئے ہوں۔ اس لیے کہ چندر بدن و مہیار اردو کی پہلی مثنوی ہے جو بیجاپور میں لکھی گئی۔ لیکن گولکنڈے میں اس سے پہلے قطب مشتری (۱۰۱۸ھ) اور سیف الملوک بدیع الجمال (۱۰۳۵ھ) لکھی جا چکی تھیں اور انھیں قبولیتِ عام بھی حاصل ہو چکی تھی۔ اوّل الذکر میں وجہی نے ابراہیم قطب شاہ کی مدح کی ہے اور موخر الذکر میں غواصی نے عبداللہ قطب شاہ کی۔ عبداللہ قطب شاہ کے دربار میں اس مثنوی کی پیش کشی کے موقع پر اس نے درباری روایات کو قائم رکھا اور مدح شاہ کا اضافہ کر کے کتاب پیش کر دی۔ بہر حال ہم یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتے اس لیے کہ اس نسخے میں بعض غلطیاں بھی نظر آتی ہیں جو ہمیں دوسرے نسخوں میں نہ ملیں مثلاً دورانِ نقل میں ایک شعر کا ایک مصرع دوسرے شعر کے مصرع کے ساتھ لکھ دیا گیا ہے۔ کہیں املا کی بھی غلطیاں ہیں۔ مندرجہ مدح میں بھی غلطیاں معلوم ہوتی ہیں۔

دوسری چیز جو ہمیں دستیاب ہوئی وہ ایک مرثیہ ہے۔ کتب خانۂ نواب

Hanif Razvi

سالار جنگ میں مراثی کی کئی بیاضیں ہیں مولوی سعادت علی صاحب رضوی ان مراثی پر کام کر رہے ہیں۔ موصوف کو ذیل کا مرثیہ ایک بیاض میں دستیاب ہوا ہے

مرثیہ

مقیمی بیجاپوری

مُکھ دکھایا چندر گگن سوں نکل — اشک جاری ہوے نین سوں نکل
خاک جوگی نمن لگا مُکھ سوں — خلق پھرتا ہے جو کدھن سوں نکل
بے اثر غم سوں مج نہ کئی دِستا — مُردے روتے ہیں سب کفن سوں نکل
سُن خبر شہ کی ہوش سٹ یاراں — بے خبر ہور ہے وطن سوں نکل
حیف کیا غُل ہوا ہے جنّت میں — حور غلماں پھریں عدن سوں نکل
جگ کے بستاں سکل گئے کملائے — بلبلاں زار ہیں چمن سوں نکل
جب سوں دیکھیا چندر محرم کا — تاب و طاقت گئے بدن سوں نکل

جب مقیمی بیانِ غم کرتا
آگ جھڑتا ہے سب بدن سوں نکل

Hanif Razvi

اب ہم یہاں چندر بدن و مہیار کے اُن نسخوں کی فہرست دیں گے جو ہمارے علم میں ہیں یا جن سے ہم کو استفادہ کا موقع ملا۔

نام کتب خانہ	مقام کتابت	نام کاتب	تاریخ کتابت
۱۔ جامع مسجد بمبئی	لاہور	محمد شاکر	۱۱۲۳ھ
۲۔ سالار جنگ بہادر	اورنگ آباد	سید رحمت اللہ دہلوی	۱۱۵۷ھ
۳۔ رام پور (رضا لائبریری)	-	رگھونم داس	۱۱۷۸ھ (دو نسخے ہیں مختلف کاتبوں کے)
۴۔ ادارۂ ادبیاتِ اردو	×	×	× (دو نسخے)
۵۔ کتب خانہ آصفیہ	×	×	× ،،
۶۔ انجمن ترقی اردو علی گڈھ	×	×	× ،،
۷۔ انڈیا آفس	بلوم ہارٹ (یورپ میں دکنی مخطوطات اور اردو شہ پارے)		
۸۔ اڈنبرا یونیورسٹی	ایڈنبرا (،، ،،)		
۹۔ گارساں دتاسی	(،، ،،)		
۱۰۔ چندو لال حیدر آباد	(،، ،،)		
۱۱۔ مولوی عبدالحق صاحب	(چار نسخے۔ "یورپ میں دکنی مخطوطات" پر تنقید کرتے ہوئے شیخ چاند مرحوم کا		
۱۲۔ توپ خانہ لکھنؤ	بیان رسالہ اردو اکتوبر ۱۹۳۳ء)		

Hanif Razvi

جناب حامد اللہ صاحب ندوی کے بیان کے مطابق (نوائے ادب جنوری اپریل ۱۹۵۵ء) یہ بمبئی میں کئی بار چھپ چکی ہے لیکن اس کا کوئی مطبوعہ نسخہ ہمیں مل نہ سکا البتہ جناب نجیب اشرف صاحب ندوی کے ہم ممنون ہیں کہ موصوف نے اس کی اشاعت کے متعلق ہماری معلومات میں اضافہ فرمایا۔ صاحب موصوف نے تحریر فرمایا کہ کریمی پریس بمبئی سے ۱۲۹۰ھ میں تین قصوں کا ایک مجموعہ شائع ہوا تھا جن میں ایک قصہ "نتھو اور بامنی" کا دوسرا چندر بدن مہیار کا اور تیسرا "بہرام گور اور حسن بانو" کا تھا۔ دوسرا نسخہ صرف "چندر بدن و مہیار" کا ہے اور ایک نسخے میں "مہیار کی معیار" بھی چھپا ہے۔

احسان فراموشی ہوگی اگر میں جناب ڈاکٹر زور صاحب، جناب نجیب اشرف صاحب ندوی صدر شعبۂ تحقیقات اسلامیہ بمبئی، جناب امتیاز علی صاحب عرشی مہتمم رضا لائبریری رام پور اور جناب میر سعادت علی صاحب رضوی کا شکریہ ادا نہ کروں جن سے اس مقالے کی تیاری میں مدد ملی۔

محمد اکبر الدین صدیقی

جدید آغا پورہ حیدر آباد - ۷ اکتوبر ۱۹۵۶ء

Hanif Razvi

مطبوعہ
اعجاز مشین پریس۔ چھتہ بازار۔ حیدرآباد دکن

Hanif Razvi

۷۸۶
۹۲

قصہ

چندر بدن و مہیار

در توحید باری تعالیٰ عز اسمہ

خدا[۱] کوں سزاوار کبر[۲] منے[۳] — توں قادر ہے قدرت کا صاحب دھنی
جو پھونکیا ہے آدم منے روح کوں — سنبھالیا[۴] ہے طوفاں ستیں[۵] نوح کوں
کیا نار گلزار رب الجلیل — سو نمرود کے ہاتھ بانچیا[۶] خلیل
جتے[۷] سب سنوارا ہے جنت بھیتر[۸] — محمد کا سایا ہے امت اوپر
سلیمان کوں پادشاہی دیا — محمد کوں ختم نبوت کیا
رحیما خلق پر تو رحمان ہے — نرنکار[۹] بے چوں توں سبحان ہے
اندھیارا[۱۰] کرے اور اجالا تہیں[۱۱] — اوچاوے[۱۲] سلاوے تعالیٰ تہیں
کیا رزق سب پر ہمی مقسوم توں — قوی دست قائم ہے قیوم توں

---

۱ کو ۲ غرور ۳ میں ۴ سنبھالا ۵ سے ۶ بچایا ۷ جتنے ۸ میں ۹ غیر مجسم یعنی خدا ۱۰ اندھیرا ۱۱ تو ۱۲ اٹھانا، زندہ کرنا۔

چندا تجھ حکم سوں نکلتا اہے — کہ بڑھتا ہے دائم و گھٹتا اہے
سورج نت گرم دھوپ بارے سدا — دو مشرق تھے مغرب سدھارے سدا
فلک تے زمیں لگ سکے ہے شاہ توں — بنایا ہے انجم ملک ماہ توں
ترا ناؤں لیتے ہیں جیو دان سب — تجھے کر سمجھتے ہیں سبحان سب
توں ایسا دھنی سب ستے بے نظیر — تہیں ہے علیٰ کل شئی قدیر
ہے صاحب توں اے پاک پروردگار — رکھیا عرش و کرسی فلک برقرار
زمیں پر کتے دھات گلشن کیا — سوا لوان نعمت سوں روشن کیا
ترا حکم سب پر ہے خالی نہیں — دھنی کوئی تجھ بن مثالی نہیں
توں ہے پاک بے عیب سب عیب تے — توں کھیل کھیلے علم غیب تے
سزاوار تجھ کوں یو میدان ہے — قضا ہور قدر کا توں سلطان ہے
کیا ہور کرے گا خلاصی کے تئیں — گھڑے پل میں کئی لک تماشے کے تئیں
کہاں جل سمندر بھیتر کچھ و مچھ — کرم تجھ رحیماں کا جیو تے ہے سچ
بھرا جیو کاری تو انسان میں — کرنہار صورت تو زہ دان میں

۱ سے ۲ ہے ۳ بڑھتا ۴ ہمیشہ ۵ ہوا ۶ سے ۷ سے ۸ تو ۹ نام ۱۰ جان دار ۱۱ سے ۱۲ تو ہی ۱۳ کتنے ہی طرح ۱۴ سے ۱۵ اور ۱۶ لاکھ ۱۷ کچھوا ۱۸ مچھلی ۱۹ جان ۲۰ کرنے والا ۲۱ رحم

Hanif Razvi

مُناجات تضرع کردن

مجے فیض کچھ بخش تج دھیان کا
الٰہی تو حافظ ہے ایمان کا

مرا دیں ایمان سارا سو توں
مرے جیو میں کیتا[1] ہے ٹھارا[2] سو توں

مجے جگ میں یارب پُرامید کر
رتن[3] کے بچن[4] کوں توں جاوید کر

خدایا تو دانا ہے مجہ حال پر
کہ چُک کیا[5] ہوں یا چوک[6] افعال پر

نہیں مجہ عقل نیک افعال سوں
ڈھلیا[7] نفس غفلت میں بدحال سوں

نہ طاقت کدھیں[8] کچھ عبادت کیا
نہ تیرے امر کا اطاعت کیا

کیا نفس سرکش سو اس دھات کے
سکیا[9] نیں پکڑنے اُپر[10] ہات کے

کہ غالب ہو مج پر اپنے نفس یوں
تُرنگ[11] کوں چلادے چڑنہار[12] جوں

کہ پکڑیا[13] ہوں یاں آس ہو شرمسار
کہ اپنے کرم سوں بخش منج[14] غفار

ع۱ کیا ہے ع۲ مقام ع۳ ہیرا ع۴ بات، شعر ع۵ نظر انداز کیا ہوں ع۶ نظر انداز کر دے۔
ع۷ تربیت پایا ع۸ کبھی ع۹ سکا ع۱۰ اوپر ع۱۱ گھوڑا ع۱۲ سوار ع۱۳ باندھا ہوں ع۱۴ مجھے۔

توا حسرت سوں دل کے غنی کر غنی — کہ جاوے نکل سر تے میرے منی[۱]

دنیا میں بہت خوار ناچیز ہوں — نظر کر توں کرتار[۲] ناچیز ہوں

جو ہو دل تھے مج دور زر کی مراد — محصل مجی[۳] کو جو ہوے کشاد

دکھا سکھ دنیا میں جفا رگ[۴] آزار[۵] — بہشتیاں میں جائے کر مج قرار

صفت تیری کہنے کسے ہے زباں — کہاں تج بزرگی بشر یو کہاں

مہر دے مقیمی زباں پر صفا — ز نعت محمد نبی مصطفا

کہ لاوے مقیمی زباں پر صفا — ز مدح رسل خاتم انبیا

ع۱ انانیت ع۲ پیدا کرنے والا خالق ع۳ مجھ ہی کو ع۴ روک نے ع۵ عذاب.

Hanif Razvi

در نعت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

دو جگ کا خلیفہ خدا کا رسول — ہوا دین جس کی بقا پر قبول
دو جگ کا ہے سلطان امین بتول — ہوا ہے بقا جس ازل تے وصول
سماتا ارض نیں جو پیدا اُچھے — زنعت محمد میں شیدا اچھے
شرف پایا اُمت نے یٰسین سوں — یہی طٰہٰ و تمجید و تمکین سوں
توی دین قائم ابد تا ازل — ہوے دین منسوخ اسی دین تل
کلیمی کی تصدیق دو جگ کوں بخش — خبر لیا دے دین معراج بخش
زہے شرف امت کے تلقین سوں — ہوے ہیں مشرف اسی دین سوں
ختم ہے زنعتِ نبی مجتبےٰ — ز اولادِ آلِ نبی الہدیٰ
درود تج اُپر ہور ترے آل پر — صحابیاں پہ تج ہور ترے چار پر
سو حضرت کے بعد از ہوے چار یار — اسی چار تے دین ہے برقرار
ترا نعت کہنے سکت کس اچھے — سمج کر جو تیرا ثنا کوئی کہے
ختم ہے مقیمی بہ نعت نبی — تو کر یاد اب چار یاروں کوں بھی

۱؎ ہے ۲؎ نیچے ۳؎ اوپر ۴؎ اور ۵؎ تیرے ۶؎ مقدور ہے ۔

Hanif Razvi

در منقبت چہار یار کبارؓ

اوّل مدح بولوں ہیں صدیقؓ کا — وہ صاحب اہے محض تصدیق کا

یوں صدیقؓ تئیں دین روشن ہوا — انھی[1] سوں جہاں بھی[2] یو گلشن ہوا

او[3] نو بعد ازاں ہیں عمرؓ نام دار — ہوا دین سگلا[4] بھی لئی استوار

عدل میں نہیں کوئی ثانی اوسے — نبیؐ نے کہے یار جانی اوسے

او نو بعد عثمانؓ صاحب تمیز — کہ ہیں بھوت پیارے نبیؐ کے عزیز

کیے جمع فرقان عرفاں کے تئیں — حکم حق نبیؐ کے سو فرماں کے تئیں

او نو بعد ہیں شاہِ دُلدُل سوار — شجاعت علیؓ کی ہے دو جگ تھے بار[5]

علیؓ ہیں جو غازی کمالت[6] منیں[7] — فصاحت منیں ہور بلاغت منیں

جگر ہیں محمدؐ کے یو چار یارؓ — جنے[8] فرق دیکھا سو احمق شمار

جو کوئی اُنو چاروں تے منکر اہے — وہ لاشک محمدؐ سیتے[9] دور ہے

ختم ہے بہ نعتِ نبیؐ مجتبیٰ — بر اولاد و آل نبی الہدیٰ

---

۱ انھیں سے۔ ۲ یہ۔ ۳ ان کے ۴ تمام ۵ زیادہ ۶ کمال ۷ میں ۸ جس نے ۹ سے۔

Hanif Razvi

بیانِ ابتدائے عشق و تالیفِ کتاب

اتا[1] سن کتا[2] ہوں خلاصے[3] کی بات — دھریا ہوں[4] جو دل میں لگن[5] کے سنگات[6]

دنیا میں بڑا نہے پرت کا رتن — پرت بن نہیں کوئی خالی جیون

پرت کو بنایا ہے کرتار[7] دو — پرت سونچ[8] سنواریا ہے سنسار دو

خلاصے میں سب کے پرت ہے اول — پرت بن نہیں کوئی دوجا[9] فضل

پرت بن عشق کئیں اُپجتا نہیں — کہ مرنا و جینا سمجھتا نہیں

پرت بنچ دانا دیوانہ کرے — پرت نے بیگانہ یگانہ کرے

پرت جیو سوں ہات دھوتی اہے — پرت نیہ کے بنج[10] ہوتی اہے

پرت کی ندی نت اُبلتی اہے — پرت سونچ[11] دنیا یو چلتی اہے

پرت کے دریا کا شناور ہوں میں — پرت بیچ[12] غوطے میں یاور ہوں میں

کمندِ پرت بیچ سنبڑیا[13] ہوں میں — مقیمی پرت سونچہ اُکڑیا[14] ہوں میں

ع۱ اب ع۲ کہتا ہوں ع۳ مختصر ع۴ جو کچھ میرے دل میں موجود ہے ع۵ لو ع۶ ساتھ ع۷ خالق ع۸ سے ہی
ع۹ دوسرا ع۱۰ عشق ع۱۱ سے ہی ع۱۲ کے ہی ع۱۳ گرفتار ہوں ع۱۴ مبتلا ہوں۔

Hanif Razvi

پرت کی بھٹی پر کہ جس ٹھار ہے   وفا کے صدر کا وو سرکار ہے

اتھا یوں جو دل میں جو اُن میں ملوں   پرت مدہ سوں ماتا رضامند چلوں

اپیچ ملیا آکے یک یار مج   وفادار دل یار دلدار مج

پرت میچ اس کے پرت جوش ہو   رھیا مل محبت میں مدہوش ہو

قضا منج پرت کا کھیا ایک اُن   جو لبرے تو لیلیٰ و مجنوں کوں سن

ہوا دل پو یوں کر تفکر قریب   کہوں شعر موزوں، حکایت عجیب

بچن در ہو دل سے ابلنے لگے   نوے طرز خوش تب نکلنے لگے

وانصاف دادن شعر و ترتیب کردن سخن

زباں کا اتا ہوں سچا جوہری   کروں نت سخن سوں گھر گستری

قضا یک کہوں میں گہر بار کا   سو چندر بدن ہور مہ یار کا

سنے کوئی مج کوں دعا یاد کر   رہیں گے تعجب سوں دل شاد کر

---

۱ مقام ۲ مدہوش ۳ یہ بدست ۴ آپ ہی آپ ۵ میرا ایک دوست ۶ قصہ ۷ مجھے.
۸ انتہا.

Hanif Razvi

تتبع غواصی کا باندیا ہوں میں | سخن مختصر لیا کے ساندیا[1] ہوں میں
عنایت جو اس کی ہوئی مج اپر | یو تب نظم قصہ کیا سر بسر
ولے میں اپس[2] کوں سرایا نہیں | شعر میں کسی کا پھرایا[3] نہیں
سرانا پھرانا نھٹا[4] کام ہے | کرے اُن عمل یو[5] کہ جو خام ہے
شعر کا تلازم گہر دار ہے | سنورنا طبیعت کوں ناچار ہے

۱؎ ملانا، جوڑنا۔ ۲؎ خود ستائی نہیں کی۔ ۳؎ دوہرانا۔ ۴؎ معمولی ۵؎ یہ۔

Hanif Razvi

در شروع نمودن قصہ

سو چندر بدن ہور مہیار کا   کہوں ایک قصہ گہربار کا

بنا اس قصے کا سنو اے عزیز   نزاکت میں موزوں سخن باتمیز

سُنیا ہوں کہ کہتے ہیں سُندر پٹن   اتھا راج واں ایک ہندو برن[۱]

کہ راجاں میں او راج جگ راج تھا   کیتک[۲] ملک کا اس کوں خوش باج تھا

اتھے بھوت کیراں[۳] واں یک دیر تھا   پرستش کوں واں سب بشر سیر تھا

کریں راج پوجا اسی دیو کا   تماشا عجائب دسے سیو[۴] کا

کتا[۵] سب شہر کا اسے ٹھار تھا   کہ گوہر وہاں بھوت انبار تھا

خزینے کے مخزن لبا[۶] ہور تھے   سبھی گنج واں نورتن کے اتھے

نہ بیٹا اسے ایک بیٹی اتھی   کہ تن پر رتن سب سمیٹی اتھی

اتھی خوب صورت میں جیوں شہ پری   ولیکن پری سوں اتھی برتری

لطافت میں موزوں دو شیریں سخن   اتھا ناؤں اوس کا سو چندر بدن

۱؎ ذات ۲؎ کتنے ہی ۳؎ کے ۴؎ سیوا ۔ خدمت ۔ ۵؎ کتنا ۔ ۶؎ بہت ۔

Hanif Razvi

چتاری[1] قضا کا جو اتریا اتھا | کہ صورت عجائب وہ چتریا[2] اتھا
دو کوں[3] نیں[4] تو ویسا مصور کہاں | چترنے[5] کوں صورت پری کے بہال
چنچل مدہ کی ماتی[6] نزاکت[7] کی دہات | پھرے نت[8] ہمیشہ سہیلیاں سنگات[9]
گرب[10] ناز ماتی وہ پھرتی اتھی | کہ اس دیو پوجا وو کرتی اتھی
تھی محبوب عالم کی وو گل بدن | کہ چندر جسے دیکھ کرتا سرن[11]
برس ایک بعد از کو جترا[12] وہاں | بھرے خلق آوے سو لاکھاں[13] وہاں
سو کئی جنس بازار کے رنگ کیاں | ہر یک خوش نما ہور خوش انگ[14] کیاں
لکاوے[15] کنیک جنس اوتار واں | منگے جو دیکھے سوئے ہر یک وہاں
ایسی وضع بازار ہر ٹھار[16] تھا | چپا[17] راستہ حسن گلزار تھا

۱ مصور ۲ تصویر کھینچی تھی ۳ وہ تو کہئے ۴ نہیں ۵ تصویر کھینچنا ۶ متوالی ۷ مجسم نزاکت ۸ ہمیشہ ۹ ساتھ ۱۰ غرور ۱۱ محبوب ہونا ۱۲ جاترا ۱۳ لاکھوں ۱۴ سڈول ۱۵ دکھائی دے ۱۶ ہر جگہ ۱۷ چپہ چپہ اور چپنا یعنی شرمانا یعنی راستے کی آرائش دیکھ کر گلزار حسن بھی شرما جائے۔

در تعریف مہیار گوید

دوجا[۱] کہیں شہر میں اتھا بخت ور ۔۔۔ تجارت میں فاضل وو صاحب ہنر
کتے[۲] کیاں ونتاں[۳] ادک[۴] بے مثال ۔۔۔ دھرے ایک فرزند صاحب جمال
سگل تربیت سیتی[۵] ہشیار کر ۔۔۔ رکھیا نانو اس کا سو مہیار کر
ہنر ہور فراست میں کامل اتھا ۔۔۔ فصاحت بلاغت میں فاضل اتھا
ولے عشق دل پر تھا حاصل بہت ۔۔۔ اتھا خوب صورت کا مائل بہت
پرم[۶] باس ہر کہیں[۷] کی سنگتا[۸] اتھا ۔۔۔ خدا پاس دل بر کوں منگتا اتھا
الٰہی مجھے خوب صورت دکھا ۔۔۔ پرم کا پیالا سدا مجہ چکھا
یکایک رحمان ہوا مہرباں ۔۔۔ دیا اس کوں معشوق کا دیں نشاں
سنگیا باس کہیں اس چنبیل کا اونے ۔۔۔ چنبیل اَت[۹] چھبیلی نچھل کا اونے
سنیا سوچ اس کا دیوانہ ہوا ۔۔۔ کہ عاشق کو کھانے[۱۰] کوں بھانا[۱۱] ہوا
دھریا یوچ دل پر کہ جاؤں وہاں ۔۔۔ مگر اس پری کوں تو پاؤں وہاں

۱ دوسرا۔ ۲ کتنے ہی ۳ بیویاں ۴ بہت ۵ سے۔ ۶ محبت کی بو۔ ۷ ہر جگہ کی۔ ۸ سونگھتا تھا۔ ۹ بہت ۱۰ کھانے کو۔ ۱۱ بھاتا۔

Hanif Razvi

فراقی بِرہ کا ہو نکلیا او نے ۔۔۔ برہ کے صدر سر تے چکلیا او نے

برہ کی سلگ آگ من کوں لگی ۔۔۔ جلا من کو کر راکھ تن کوں لگی

کہ جس سر برہ کی اگن آپڑی ۔۔۔ یقیں ہے کہ مشکل اسے سر کھڑی

کہ جس سر برہ کی اگن ہے سہی ۔۔۔ جلے گا تو عاشق ہمیشہ وہی

عشق کا مراتب کسے فام ہے ۔۔۔ کہ عاشق کوں اتنا کٹھن کام ہے

برہ کی بلا یو عجب ہے بلا ۔۔۔ کبل اس بلا کون تی ہے بلا

ہریک کوئی عاشق کوں آتا اہے ۔۔۔ دلے اس کہاں فن یو آتا اہے

کہاں یو حکایت کہاں میں ڈھلیا ۔۔۔ بچن کا تنگاور کہاں لے چلا

۱؎ ہجر ۲؎ سینہ ۳؎ دبانا ۴؎ بھینچنا ۵؎ سمجھانا ۶؎ کہلانا ۷؎ بہت سخت ۸؎ اچنبہ ۹؎ تیز رفتار گھوڑا۔

Hanif Razvi

بیان رسیدن عاشق بہ مُلکِ معشوق و شنیدن خبر آں

کہ عاشق صفت وو جنگل تیر کر — یکا ٹیک آیا اسی دیر پر
قضا دیکھو لائی کہاں تے کہاں — اسی دیس جترا بھریا تھا وہاں
دیکھیا آ تماشا کتے دہات کا — لمیا تھا خلق بھوت کی بھانت کا
کہ پھرتا انھا دیکھتا چوگرد[1] ن — خبر ہوئی کہ آتی ہے چندر بدن
سنیا داں جنجل کا گیا غلغلا[2] — کیا غلغلا ہور آدسی سر بلا
کھڑے لوگ سارے تماشے بدل — کہ آتی اہے وو چھبیلی نول[3]
یکا ٹیک وہ آکے نکلی وہاں — بلا اس ہوئی جوں بلا ناگہاں
کہ دیکھیا اُسے جوں وفادار او — ہوا دینچہ[4] عاشق کہ یکبار او
سلگ آگ برہے سوں جلنے لگیا — عقل ہوش تن سوں نکلنے لگیا
نزک[5] جاکے بولیا کہ سُن اے پری — مجے تجہ لطافت دیوانہ کری
دیوانہ ہوں تیرا دیوانے کے تئیں — اَپس[6] تے نہ کر دُور جانے کے تئیں

[1] چاروں طرف [2] شہرت [3] عجیب [4] وہیں [5] نزدیک [6] اپنے پاس سے۔

Hanif Razvi

دھریا آس تیری، نراسی نہ کر | جفا پر مجھے توں گراسی نہ کر
سو تج بن مجھے کوئی ہونا نہیں | کہ بن جل پچھی کا سو جینا نہیں
کتا ہوں تجھے میں کہ اے گن بھری | توں کرنا اپتا کچ مری دل بری
سو یوں کہہ ادب سوں نِوڑ کر اونے | دھریا سیس اس کے چرن پر اونے
لکد مار اس کوں اوٹھی بول یوں | "سمج کچ ایس کوں اے بے ڈول توں"
"ہندو میں کہاں ہور ترک توں کہاں | کہاں رام سیتا مرگ توں کہاں
"کہاں میں چندرماں کہاں توں دِوا | کتا کیا موئے توں دیوانہ ہوا"
جھڑک دل اس کوں وہیں پھر چلی | اوٹھی دل میں عاشق کے وہیں تلملی
سٹیا دل سوں عیش و جوانی کے تئیں | لگا خاک بھر مو پیشانی کے تئیں
برہ کی بھٹی کی لگا راک تن | سٹیا پھاڑ کپڑے ہو چالاک تن
سگل ہوش تن کی دیوانی ہوئی | دیکھو خوار اس کی جوانی ہوئی
جوانی کی خواری بہت ہے بری | جوانی کی زینت ہے زینت گری
برہ میں جلیا سو جواں پیر ہے | کہ مرنا و جینا اوسی سیر ہے
جوانی ہے معشوق دل کی سہی | وگر نیں جوانی پیراں کی رہی

۱ یاس ۲ مچھلی ۳ اتنی زیادہ ۴ جھک کر ۵ سر ۶ قدم ۷ بیوقوف ۸ چراغ ۹ تمام ۱۰ اسی کے سر ہے۔

جو انیچہ کرتی ہے دل پر ستم
کرے چونکہ معشوق پہ تا قدم

جوانی کی دوری دیوانہ کرے
ہپچیں تن ضعیفی کا بھانا کرے

کہاں وو حکایت کہاں حال مج
کہاں او جوانی کہاں چال مج

کہ عاشق یکایک برہ کا اسیر
لگا خاک موں کوں ہوا جوں فقیر

بچن اس موہن کا زباں پر اونے
دھریا یاد سب جا بسر کر اونے

بازگشتن مہیار زیر و گشتہ شدن گردین

چلیا یو بچن بکتا روانہ ہوا
"کتا کیا موئے توں دیوانہ ہوا"

نہ دیکھے نظر بھر کدھیں نا کسے
ہوا پار پربت وو بھرنا اوسے

سٹیا کھان پانی و سونے کوں بھی
لگیا بھوت اُرڈا کے رونے کوں بھی

برہ کی اگن نت سلگنے لگی
جنوں نت بلا ہو بلکنے لگی

فراقی ہو باؤل بلا سر لئے
سینا پھاڑ دُک سوں جگر چھے لئے

ہو مجنوں جنگل مال پھرنے لگیا
دستر پھاڑ بھوت جھرنے لگیا

۱؎ جوانی ہی ۲؎ بھول کر ۳؎ کبھی ۴؎ برداشت کرنا ۵؎ چھوڑ دیا ۶؎ چلا کر ۷؎ گویا کہ ۸؎ باؤلا ۹؎ دکھ ۱۰؎ باغ ۱۱؎ بری حالت ۱۲؎ رونا ۔

HanifRazvi

افتادن مہیا شہر بیجا نگر و دلداری کردن بادشاہ آن شہر

کہ پھرتا چلیا یوں کیتک دیس کوں — زمیں کاٹ انتر[۲] با و یک دیس کوں
یکایک دسیا[۳] شہر یک دور تھے — سنوارے شہر یک نگر نور تھے
سو اس شہر کا ناؤ بیجا نگر — جو ہے شاہ سلطان فاضل گگر[۴]
فراقی برہ کا ہو نکلیا بہار[۵] — ہوئی اس کوں حاصل دیکھو کیوں و نار[۶]
نہ کھاتا نہ پیتا سو روتا اتھا — کدھیں نیں بھر سکے[۷] سوں سونا نہ تھا

در تعریف شاہ ملک دیگر و دستگیری نمودن مہیار

اتھا پادشاہ واں کا گن گیان کا — پر اپکار شاہاں میں لی مان[۸] کا
سخاوت میں فاضل فقر دوست تھا — دھرم پر اسے بھوت ناموس تھا
دھرم کوں دھریا تھا زباں پر اُنے — دھرم کا دریا تھا سراسر اُنے
اتھا پادشاہاں منے[۹] نیک نام — وو کرتا اتھا نیک نامی کے کام

۱۔ کتنے ہی ۲۔ پہنچا ۳۔ نظر آیا ۴۔ کہہ کر ۵۔ باہر ۶۔ عورت ۷۔ آرام سے ۸۔ بہت ۹۔ میں۔

Hanif Razvi

قضا سوں جو یک دیس وو شہریار — کمر باندھ نکلیا سو کھیلیں شکار

چلیا جیوں نکل اُن شہر بھار ہو — تُرنگ چڑ تجل سوں اوس ٹھار ہو

دیکھیا اس دیوانے کوں آتا اہے — کر بجتا بچن یو نچ گاتا اہے

کتا کیا ہوئے توں دیوانہ ہوا — دیوانے ہوئے توں دیوانہ ہوا

نزک آ محبت سوں ہنسکیا اسے — لگا عشق کس پر توں اٹکیا کسے

کِیا جا ادسے اے دیوانے بشر — کہاں سوں تو آیا چلیا ہے کدھر

ہوا ہے توں عاشق سو کس حور کا — ہوا مبتلا یوں سو کس نور کا

ترا من لگیا کاں سو کہہ توں مجے — جو معشوق تیرا ملاؤں تجے

توں انسان پر یا پری پر فدا — یا خفیؔ سو مجنوں ہو پھرتا سدا

جتا کر کے پوچھیا سخن باصواب — ولے یک دیا نیں اسے اُن جواب

پچھیں یوں نچ سمجیا کہ یو صاف ہے — پرت کے بچن کا یو صراف ہے

اسے کچ طمع تو دنیا کی نہیں — وگر ہے تو غیر از فنا کی نہیں

پھر بادشہ سواری نے اوس لے سنگات — منا تا چلیا بات میں دھات دھات

ہوا ہے توں عاشق سو معشوق پر — لگیا ہے من اور محبوب پر

پکڑ ہاتھ اس کا چلیا گھر کے تئیں — ملاؤں اُسے اس کے دل بھکے تئیں

(۱) دن (۲) گھوڑا (۳) یونہی (۴) توبہ کرنا (۵) کہاں (۶) فقط (۷) تھا ہو سکتا تھا (۸) اس کے بعد (۹) ایسا (۱۰) یہ

Hanif Razvi

بردن شاہزادہ ماہیار را در محل خود و نمودن زنان خود را

جو آیا محل میں اسے ساتھ لے | حرم میں چلیا ہاتھ میں ہاتھ لے
ہتو حرم اس رتن چار تھے | رتن چار یعنی حرم چار تھے
سو ہر یک حرم میں سہیلیاں کتیاں | دتھیاں خوبصورت چھبیلیاں جتیاں
سگل جھند بھریاں جوں پریاں دم بدم | مکلل زر بنی میں سر تا قدم
نگر کھن رتن ڈھیر کیاں در جکاں | سو ایسے جھلک سوں اچھیں برجکاں
جرات کر سیا تھا انو تن سگل | نگر کھن رتن کے وہاں بھت نکل
جتیاں سب پریاں وو رتن شاکیاں | وسیں پھر رتن سوں رتن سار کیاں
گدشتہ اس حرم میں دیوانے کے تئیں | لیجا کر بٹھایا دوانے کے تئیں
وتے سب حرم کوں بلا کر حضور | کھڑیاں کر نظر تل دکھایا ضرور
ولے ان کیا نیں کسی پر نظر | اتھی و وچ تاری درونی بھیتر
نہ اس کا کسی سوں نہ کچ کام تھا | بچن اس موہن کا اسے دام تھا
دیکھیا شاہ جو یاں تو تدبیر نیں | پکڑ ہاتھ اس کا چلیا بھیر کیں

۱۔ کتنی ہی ۲۔ تھیں ۳۔ جتنی بھی ۴۔ سب ۵۔ عشوہ طراز ۶۔ زریں لباس ۷۔ کنگن ۸۔ معدن ۹۔ جیسی ۱۰۔ تھی ۱۱۔ ادل بدل ۱۲۔ میں رکھیں

Hanif Razvi

طلبیدنِ بادشاہ وزیرِ خود را و فرستادنِ در محلِ اُو بہیار

بلا پاس اپنا حکومت وزیر — کہیا اُن عقل کے تو دانا گنبھیر
مرے دل پہ یوں ہے کہ مجذوب یو — اٹک کیں گنوایا ہے محبوب یو
دوانہ کہیں خوبصورت کا ہے — و گر نیں سپن[1] دیکھ مورت کا ہے
نیت میں رکھیا ہوں کہ اس کی مُراد — محصل کروں تا کہ ہوے یو شاد
اسی کام بدلے حرم کے بھیتر — لجا کر دکھایا سبوں کوں سنوار
ولے اُن نہ کیتا[2] کسی پر نظر — نہ کیتا بچن ٹک زباں کھول کر
دیا یو کسی پر بھی اٹکیا نہیں — کسے دیکھ کو کچ بھی ہٹکیا نہیں
اَتا[3] اس لجا کر تو اپنے محل — دکھا خوش لقایاں و شیریں شکل
کہ شاید کسی سوں کرے بات یو — صورت دیکھ اٹکے کسی سات یو
قبول بات کرو و خردمند وزیر — پکڑ ہات اس کا چلیا گھر کے دھیر
سبوں کوں دکھایا حرم میں لجا — ولے اُن سٹیا[3] نیں اپس کا وزا[4]

[1] خواب [2] گیا تھا [3] چھوڑا نہیں [4] وضع ۔

بھیجیں وو حکومت پناہ سریر — کیا[1] جا کے شہ کوں یو روشن ضمیر

یو مجذوب کی طرز عجائب دٹے[2] — سبوں سوں ہمیشہ تو بے غرض دسے

حکم کردن پادشاہ مر وزیران و امیران خود کہ یک یک خانہ درہا بردہ زنان خود ہا را بنمایند مہیار را

ہوا حکم شہ کا وزیراں اُپر — جتے اس شہر کے امیراں اُپر

ہوا یوں ہر یک پر کہ اپنی حرم — لجا کر دکھانا اسے کر کرم

ہریک دیس[3] ہر یک لجانے لگے — لجا اس حرم آپ دکھانے لگے

ولے اُن کہیں کچ نہ کیتا نظر — نہ کیتا بچن یک زباں کھول کر

ولے اُن کسی پر نہ کیتا طلب — خبر واں کی اپڑی جو اس شہ کوں تب

ہوا چونکہ شہ پر یو ظاہر حوال[4] — پڑیا نیں پسند اس کسی کا جمال

---

۱ کہا ۲ نظر آئے ۳ دن ۴ احوال ۔

ندا دادن بادشاه در شہر خود چہ ہندو چہ مسلمان ہمہ زنان خود را بنمایند

دیا حکم شہ نے ڈھنڈوری اپر — کہ جاں لگ زناں ہیں شہر کے بھیتر

گھرے گھر لجا کر دکھانا اُسے — جہاں لگ کہ ہندو مسلماں بسے

برس ایک لگ سب اس لجاتے اتھے — جتیاں[1] خوبصورت دکھاتے اتھے

وہتیاں[2] سب دکھانے دیوانے کتیں — جو دیکھے دیوانہ وو معشوق کہیں

دلے اُن کسی پر بھی انکیا نہیں — انتھا جو شرط او سو چو کیا نہیں

ہوئی جو خبر یو اسے شاہ کوں — کہیں انت[3] اس کی طلب راہ کوں

بعد پرسیدن بادشاہ مردمان را برای سر انجام و فرستادن قاصد را

پکھیں شاہِ عالی کرم نام کا — پوچھیا یو خبر اس سر انجام کا

دگر کس ملک میں اگر ہوئے تو — کہو مجہ نشانی اگر ہوئے تو

جہاں کو اچھے گی پری وو موہن — اگر در خراساں وگر در یمن

---

[1] جتنے [2] اتنے تمام [3] انتہا۔ حد۔

اگر کوئی کہے تو لجاؤں شتاب　　لجانا اسے مجھ بڑا ہے ثواب

تفکر کر اس بات کوں شہ گنبھیر　　ڈھنڈے نے دیا بھیج قاصد کوں پھیر

جواب دادن سیر سیاح از ملک معشوق و مر پادشاہ را

انتھا کوئی شہ کن کہن سیر کا　　جو پوچھا خبر اس کوں اس دیر کا

زمیں چوم یوں بولیا کر ادب تیتی　　کہ یک راج ہندو ہے رنگرا پتی

اسے ایک بیٹی ہے چندر بدن　　کہ چندر جسے دیکھ کرتا سرن

پری بھی اتی کیں نورانی نہیں　　صورت میں اسے کوئی ثانی نہیں

جوانی میں ہے آج او مدمتی　　ہے محبوب سب میں او رنباوتی

یوں خوباں کا سردار اس کوں کیا　　دنیا میں کی خوبی اسے سب دیا

ہے سندر پٹن ناؤں اس شہار کا　　نہ اچھے سے کہیں شاد اس سار کا

بڑا ایک نگر وال ہے سندر پٹن　　چندر اس نگر کی ہے چندر بدن

کہ ہے دیو یک اس نگر میں مشہور　　پچھے کوں پری او سو آوے ضرور

اگر یو دیوانہ جو جاوے وہاں　　یقیں ہے کہ پاوے دل اس کا نشاں

۱؎ مجھے ۲؎ اتنی ۳؎ شہر ۴؎ ہو گا ۵؎ اس طرح کا ۶؎ دیول، مندر ۷؎ مشہور ۸؎ پوچھا

Hanif Razvi

شنیدن بادشاہ از زبانِ پیر خبرِ ملکِ معشوق و روانہ شدن با سرانجام مہیا معہ جود

سُنیا شاہ جب یو وہاں کی خبر
لیا ساتھ اپنے کِتک[1] مختصر

خزانہ کِتا ہور دِوانے کے تئیں
روانہ ہوا شہ لجانے کے تئیں

وہیں کوچ پر کوچ جانے لگیا
او ہر یک نگر کوں پچھانے[2] لگیا

ہر یک شہر میں جا پچھانے لگیا
سو خوباں وہاں کیاں دکھانے لگیا

کہ او شہر تو کیں سنپڑتا نہیں
یو مقصود کوں کیں انپڑتا نہیں

نہ کس کوں دیوانہ پچھانے کیدھر
اگر حور تے کوئی اچھے خوب تر

ہوا شاہ پھر پھر بہت پشیماں
نہ اس کا کہیں ہوے خاطر نشاں

رسیدن بادشاہ بملکِ چندربدن و صلح نمودن مہیار باو

کیتک دیس بعد از زمیں پھر کر
رہیا شاہ آکر اسی دیر پر

جو اتریا سو اس شہر کے آ نزیک
دِوانے کے دل کوں دھڑک ہوئی ادیک[3]

دِوانے کوں جیوں دیر دسنے لگیا
خوشی ہوا پس من میں ہنسنے لگیا

---

[1] کتابی [2] پیچھے چھوڑنا [3] زیادہ۔

Hanif Razvi

سمجھ شاہ دل میں پچھانیا وہاں — کہ مطلوب اس کا ہے حاصل یہاں

نزک شہر کے جا کے کیتا مقام — کیا شاہ نے اس دکھانا تمام

نکل اٹھ چلیا شہ دیوانے کوں لے — اسی ٹھار لیایا دکھانے کوں لے

کہ جس روز کوں شہ یو پہنچا اتھا — اوسی روز بھی واں یو جترا اتھا

ہوا وقت پوجا اسی دیر کا — دوجا غلبلا اس پری پیر کا

لگی فوج درشن نبیٹ گا بجنے — خوشی سوں دیوانا اٹھیا ناچنے

کہ شہ بیٹھ واں ایک ندگ پر گھر — لکھیا بھیجنا ایک حاجب سگھڑ

بلایا سو حاجب کوں شہ نیک نام — کہو جا کے راجے کوں میرا سلام

کہ ہے راج رایاں کیرا راج توں — نہیں ملک میں جوڑ تج آج کوں

زمانے میں تج جوڑ ثانی نہیں — زمیں پر تو تج سار گیانی نہیں

پرا پکار جوں بکرما جیت ہے — سو اوس تے بڑا توں مہاجیت ہے

ہے دنیا میں خوش تیری اونارگی — سہیں جگ میں تج کوں یو چوسارگی

ہندو راج میں جوں کہ اندرا ہے — مسلمان میں جوں سکندر اہے

انوں شہرا ہے خوب تیرے بنیاد — اگر رحم میں ٹھہرا انوں تے زیاد

۱۔ نزدیک ۲۔ لایا ۳۔ دوسرا ۴۔ شہرت (دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ چندربدن پوجا کے لیے آرہی ہے) ۵۔ درشن ۶۔ چوبداروں کا نعرہ لگانا ۷۔ باجوں کا بجنا ۸۔ ندی ۹۔ گھر کر ۱۰۔ سلیقہ شعار ۱۱۔ عذا ۱۲۔ تیرے جیسا ۱۳۔ بے غرض احسان کرنے والا ۱۴۔ فاتح اعظم ۱۵۔ آمد۔

اول کے زمانے کے لوگاں منے
زیادہ دسے اس ملوکاں منے

اول کے جو لوگاں اتھے یوں ندھان
اپس کے جو فرزند کوں دیتے تھے دان

کروں گا عرض میں تو دینا مجے
سنے گا اگرچہ سکت ہے تجے

سو بخشوں تجے سلطنت ہے جتی
کو اوں بندا میں، ترا خدمتی

کہ ہونا تو سب ملک لے راج یو
کہ بخشوں تجے تخت ہور تاج یو

سنے تو اگر بات میں ہوں غلام
کہ ہت جوڑ خدمت کروں میں مدام

کہ یہ وضع سیتی سرا کر اونے
دیا بھیج حاجب کوں راجے کنے

یو سب بول بعد از تو اتنا چ بول
کہ دھرتا اہے تو جو بیٹی امول

سو رنبا وتی کو چ توں دان دے
او بیٹی مجے دے کے بیٹا بولے

سو مہیار بیٹے سوں کر کار خیل
کہ ظاہر دسے اس حقیقی میں میل

کہ مہیار کن لے غلامی کا خط
کہ فرزند گواوے سو ہے اس کنے بخت

ادب سوں نزک جا کے بولیا اسے
زبانی کیا شہ سنایا اُسے

فرستادن حب خا بادشاہ نزدیک پدر چندر بدن

سنیا سوچ راجے نے ویں ڈنگ ہوا
ہوا قبض جوں روح جیتا موا

۱ـ ازنا ۲ـ یعنی ۳ـ کیا اوں ۴ـ ہاتھ ۵ـ سراہ کر ۶ـ کے پاس ۷ـ اتنا ہی ۸ـ ہر ۹ـ گواوے ۱۰ـ کہا ۱۱ـ جیتے جی مر گیا

کیتک وقت بعد از خبردار ہو ۔۔۔ کہ سن حاجب نیک گفتار یو
توں کہہ جا آتا شہ کوں میرا سلام ۔۔۔ کہ جس کی زباں تھے ہے اتنا کلام
کہ تعریف توں شہ کی بولیا جتی ۔۔۔ وہ تیری زباں نئیں سو میری اتھی
بزرگاں جو ہیں سو بزرگی دھریں ۔۔۔ کمینے کوں یوں سرفرازی کریں
مدد تیرے سر پر سو حضرت علیؓ ۔۔۔ مدد شاہ تج کوں ہے جملہ ولی
توں صاحب جہاں کا ہے صاحب کمال ۔۔۔ جو تیرا فضیلت ہے دو جگ اوجال[1]
توں ایسا جہانگیر اے نیک نام ۔۔۔ سکندر کا ہے تخت تیرا مقام
کہ اس وقت ہوے سکندر اگر ۔۔۔ سو بوجھے ترے مرتبے کا قدر
سو مجہ پر غلامی بھی ثابت ہوئی ۔۔۔ تو سلطان میرا سچا غزنوی
غلامی میں ہندہ ہوں کمتر غلام ۔۔۔ ترے ساتھ پھر میں کروں کیا کلام
بندا میں کمینہ ہوں رنگرا پتی ۔۔۔ کروں جیو اپنا فدا تج پوتی[2]
مبارک تجے تخت ہور تاج دو ۔۔۔ کہ ہونا تو سب ملک لے راج یو
کہ تعریف کرنے نہیں مجہ زباں ۔۔۔ خدا کا ولی تو اہے بے گماں
جو کچھ تو کہا سو دنیا کی رسم ۔۔۔ ولے ہم کوں دنیا میں ہندو جنم

۱ روشن کرنے والا ۲ تجھ پر سے۔

Hanif Razvi

ولے کیا کروں میں کہ پرذات دد
کہ ہوتا ہے مجھ سر پہ آگھات یو

لکھیا ہے ہمارا سو ہندو جنم
مسلمان کوں کیوں ہو ہندو حرم

مسلمان کو تو شرف حق دیا
یو ہندو جنم سب میں کمتر کیا

مسلمان کے گھر میں ہندو کی جائی
کہ عورت مرد ہو وے جوں بھائی بھائی

سنیں گے جو اس بات کوں راج کوئی
نہ کرسے ملک میں مرا لاج کوئی

کریں گے ملامت مجھے لک ہزار
تو جا کر آتا شہ کوں کہہ یوں بچار

سو یو کام راجا ابٹیں کیا کیا
مسلماں کوں ڈر کے بیٹی دیا

کیا بی منت شاہ اس دھات سوں
ولے یو نہوسے مرے ہات سوں

اگر من میں ہے تو ہمن سب کو مار
دیا دل میں کا کارٹٹ یو بچار

ہجو مارے تو راضی ہوں بخشوں میں جیوں
دیا بات ایسی نہ کرنا زبوں

کہ جیوں آئے ہو تیوں تجہ پھرنا بھلا
یو احسان مجھ سر پہ دھرنا بھلا

دیا میں کہوں کیا کہ پرذات ہے
ہندو زن سے ملنا ترک گھات ہے

رضا دیکھ پورا کیا یوں کلام
چلیا پھر کے جوں حاجب نیک نام

۱؎ مار، چوٹ ۲؎ کریں گے ۳؎ لاکھ ۴؎ آپ ۵؎ منت بھی کی ۶؎ نہوگا ۷؎ ہیں ۸؎ کان پھٹا ۹؎ جیسے ۱۰؎ ویسے ۱۱؎ دھوکہ

Hanif Razvi

مُراجعتِ قاصِد

جو کچھ تو حقیقت سنیا تھا اونے — زبانی کہیا کھول شہ کے کنے[1]
جو حاجب کہیا بات شہ سات مل — سنیا شاہ نے سو رہیا ہو خجل
کہا اب کروں کیا منت سب سری[2] — رہی اس دوانے سوں فکر اب مری
کیا شاہ کیا پھر کے جانا اتال[3] — خلق کوں سو کیا مکھ دکھانا اتال
سٹوں[4] پادشاہی فقیری لباس — فقیر ہو کے بیٹھوں دوانے کے پاس
دوانے سوں بھی میں دیوانہ ہوا — کہ سوگند مجھے پھر کے جانا ہوا
ملک، مال، فرزند، چھوڑوں عیال — ہو جوگی پھروں اس دوانے دنبال[5]
سٹوں عیش و عشرت کھانے کے تئیں — کیے بن سرانجام جاسوں[6] نہ ہیں
جو حاجب دیکھا شاہ کو بیقرار — زمیں چوم بولیا کہ اے تاجدار
نزک آ کو بیٹھا ادب کے روش[7] — کہا تج نہ یاں آشنا کوئی خویش
نہیں کوئی تج کوں نصیحت کرے — سبب کیا جو بیہودہ غم میں مرے
کسی کے بدل یو ملامت لیا — نہ یوں کوئی کرسے[8] توں ایسا کیا

۱؎ کے پاس ۲؎ تمام ہوئی ۳؎ اب ۴؎ چھوڑ دوں ۵؎ پیچھے ۶؎ جاؤں گا ۷؎ روش (طریقہ) ۸؎ کرے گا

نصیحت سبھوں کوں کرنہار توں ‏ طبع عقل کا لئی دھرنہار توں

سو یہ طرز کی بات کرشہ کنے ‏ نہیں کوئی تجہ سا زمانے منے

اگر کوئی اچھے گا محب و حبیب ‏ پھرا[1] اگر نہ لکھ سے کسی کے نصیب

تو اس حق پہ تدبیر لئی[2] کچہ کیا ‏ ولے اس کے بختاں سوں کچہ نیں ہوا

کسی کے اوپر حکم کیوں کر چلے ‏ دیوانے کی صحبت دوانہ کرے

نہ کوئی کم عقل فکر ایسی کرے ‏ دوانے برابر دوانہ پھرے

سو لک[3] عاقلاں میں تجے عقل ہے ‏ تجے یاد یسی کتی[4] نقل ہے

کہ بے رنگ کیاں ہوتیاں نکو باندلے ‏ کسی کے بدل تو نکو شاندلے

دوانے کوں لے ساتھ آیا ایدھر ‏ تو کیوں چھوڑ پھرتا ہے اپنا نگر

شہر ہے یکیلا خلق منتظر ‏ تو یاں بیٹھ[5] کرتا ہے کیا کیا فکر

کیوں آکاس کا چاند ہات آئے گا ‏ جھوٹا ہو پشیمان پچتائے گا

سو یاری کے حق نیں ایسے یارکاں ‏ کہ تجہ سار کا بھی خبردارکاں

پھریا سات توں بھوت دل گیر ہو ‏ کہ سب زندگانی سیتے ہاتھ دھو

دو یوں بول بھیجا ہے حاجب گیا ‏ شہنشاہ عادل نے سن چپ رہیا

---

۱ کسی کی قسمت بدل کر نہ لکھے گا۔ ۲ بہت ۳ لاکھ ۴ کتنے ۵ بیٹھ۔

Hanif Razvi

ملاقات کردن مہیار با چندر بدن و مُردن عاشق

دیکھو کام اللہ کے اے عزیز ملاتا ہے کیوں لیا عزیز سوں عزیز
اسی فکر میں پھر برس بھر ہوا وو جترا کوں جترا برس بھر ہوا
ہوا وقت پوجا اسی دیر کا دوجا غلبلا اس پری سیر کا
لگی فوج درسن نپٹ گا چنے خوشی سوں دیوانہ اٹھیا ناچنے
یو باتاں کتے ہیں تلک ایک بار خبر ہوئی جو آتی ہے چو سار نار
یکایک جوں نکلی وو گھر تے بہار لٹکتی جو آئی اپیں گل عذار
ملیا تھا خلق ہور بھریا تھا بزار کھڑے دیکھنے کوں ہزاراں ہزار
بہت عاشقاں عشق میں طاق ہیں اوسے دیکھنے بھوت مشتاق ہیں
سو مہیار بھی ان میں شامل اتھا کہ سب عاشقاں میں وہ کامل اتھا
رہے مست وہ عاشقاں میں سدا کرے جیو اس نار پر تے فدا
پڑیا سوچ کچھ سدھ نہ کچھ دھیان تھا سو روں روں میں اس کے وہی دھیان تھا

۱؎ روئیں روئیں میں۔

اول سوں دیوانہ اتھے یار کے
اتھے مست دیکھن وو دیدار کے

دنیا میں خوشی یو ہے خوشتر گلال
کہ عاشق کوں معشوق کا ہوے وصال

لذت اس خوشی کا اسیچ فام ہے
کہ جس سر برہ کا کٹھن کام ہے

کہ جوں ناز ماتی وو چندر بدن
نکل آئی اس دیر پو جا کرن

دیکھت اس پری کوں دیوانہ ولے
پڑیا دوڑ کر جا وو قدماں تلے

ہوا مست جب دیکھ گرنے لگیا
پکڑ پانوں پیاروں سوں پڑنے لگیا

نین دل کے او اس کوں دیکھن لگیا
گردیگ کی نیناں سوں پوچھن لگیا

دیوانی اتھی دل میں وہ گلبدن
جو دیکھی کہ عاشق نے پکڑیا چرن

جو دیکھی سو پھر عشق کا جوش ہو
کہ سب ہوش اس تے فراموش ہو

کہ جیوں وو چھبیلی چنچل نے دیکھی
ہوئی مبتلا پن اپس سدھ رکھی

ولے شرم سوں نئیں دکھائی ذرا
نہ ظاہر کیتی کچ اونے موں پھرا

درونی میں جلتی وو چالاک تھی
ولے سدھ رکھی تھی اپس چاک تھی

وو جلنے لگی عشق کے دھگ منے
سو ظاہر دکھائی اپس جگ منے

ہنسی میانے بھا کر چھپائی اونے
نہ اس نار کا بھید پایا کنے

۱؎ وہی سمجھتا ہے ۲؎ تم ۳؎ پوچھنے لگا ۴؎ دل میں ۵؎ جلن سوزش ۶؎ اس نے اپنا راز ہنس کر چھپا دیا۔

Hanif Razvi

زباں کھول بولی قیصر کے رموز "جیتا ہے دو انتے موا نیں ہنوز"
پری جو چھپانی اسے باؤلے[1] کوں کہ عاشق سچا تھا او مج ناؤں کوں
ملاقات تج مج ہوا اک برس بھی آیا ہے اس ٹھار توں دھر نرس[2]
سنیا جب بچن یو اونے کان دھر قبض ہو چلیا روح اسمان پر
جو دیکھی موا کر کے چندر بدن چلی اوٹھ وہاں سوں اپس گھر کدھن
جو دیکھی تو اوس غم تے جلتی چلی شرم سوں خلق کے وہ گلتی چلی
وہیں تھرتھراتے چلی گھر بھیتر سو رونے لگی اس کے تئیں یاد کر
بھلا دو کہہ سوں غم کا درونا[3] تمام رکھی یوں چھپا کر نہ ہوئی کس کو فام
وہ عاشق اتھا مجھ سیتی دھر غرض میں معشوق اس کی رہی بے غرض
عبث بات پر مجہ دیا جیو کوں کہ اوس باج اتا میں رکھوں جیو کوں
اتا جیو رکھے سو بڑی بے شرم کہ سچ عاشقاں میں نہیں یو دھرم
ہنسے بھوت دن اب سو رونا بھلا سو جاگے بہت اب سو سونا بھلا
نہ تھا فام مجکوں مرے گا اگر کہ پتھر سٹی میں اپس پاؤں پر
ہنسی بھوت میں اب سو رونا جنم سو جا خاک میں اب سو سونا جنم

۱ بیوقوف۔ دیوانہ ۲ بے مزہ۔ خراب۔ ۳ دل۔

Hanif Razvi

کہے عاشقاں پر یو کیا گھات ہے نہیں گھات یو وصل کی رات ہے

سو اس نار پر زرد کاری ہوا دوکھ اس کے مرن کا سو بھاری ہوا

سو عاشق ہوا کر دو دوکھ میں جلی سو جلنے سے ناتاب لیا تلملی

مقیمی بچن کا ترنگ سوار توں بسر کاں چلا ہے تو مہیار کوں

پھریا عاشقی کا جو بازار آج کیا برہ سیتیں یو تکرار آج

شہیداں منے یو شرف ہوا کہ معشوق کوں دیکھ عاشق ہوا

دیکھیا شاہ نے جیوں کہ عاشق ہوا جو دیکھا سو اوس کوں تعجب ہوا

عجب پاک ہور صاف تھا دل منیں نزیا جیو یاری کی منزل منیں

مگر جیو مٹھی بیچ پکڑیا اتھا وہ کچھ جیو دینے بار لایا نہ تھا

کہ شاہ دیکھ اوس کو برا مان کر اچھو لایا دوکھ کے نیناں بھیتر

کہیا بادشاہ بعد ازاں اے عزیز مشقت تو تیری ہوئی کچھ نہ چیز

جو میں لے کے تجھ کوں سو پھرتا اتھا تو معشوق کا دھیان دھرتا اتھا

کہیا یوں کہ اے یار توں کیا کیا کہ یاری کی خاطر اپس جیو دیا

تجے لے پھریا شہر ہور گاؤں میں نہ دیکھا اتھا دھوپ ہور چھاؤں میں

---

۱ دیر ۲ آنسو ۳ اور ۔

Hanif Razvi

برس ایک بعد از شہر آئیا — تجے لیا کے معشوق دکھلائیا
توں یہاں لگ سو آ کر نہ پایا مراد — ہمارے سو دل کو کیا نئیں توں شاد
جو اتنے میں اکبارگی غل ہوا — کہ معشوق کوں دیکھ عاشق ہوا
اٹھیا ویں خلق کا وہاں غلغلا — کہ عاشق دیا جیو یہاں تلملا
دیکھیا شاہ نے اس دیوانے کے تئیں — فنا ہو پڑیا تن بہانے کے تئیں
کیا عشق اس کا عجب پاک تھا — جیتے جیو واصل ہو چالاک تھا
ہریک کوئی عاشق ہوا ہے سچی — ولے ہے نزاکت میں کامل یہی
کہاں عشق اتنا جو حاصل کرے — کرے تن فنا جیو واصل کرے
سچے عشق کا پنتھ[1] مشکل بہت — دھرے سر بلا پر تو کامل بہت
بلا سو سنا[2] کچھ سہل کام نئیں — فنا بن اوسے کچھ سر انجام نئیں
پرم کی نزاکت کسے کام ہے — کہ عاشق کو آنا کٹھن کام ہے
مصیبت قبولے تو کر عاشقی — وگر نئیں تو عاشق کہاں فاسقی
برہ کے رین[3] کوں اجالا کہاں — کٹھن رات جاگے او تالا[4] کہاں
براہان یوں شاہ افسوس کر — سنیا پھر کے آیا سو ناسہہ[5] کر

۱؎ راستہ ۲؎ برداشت کرنا ۳؎ رات ۴؎ بے چینی ۵؎ برداشت نہ کر کے۔

Hanif Razvi

سینے میں نے تے ظاہر جو آیا ابال | سو رونے لگیا شہ انجھو ڈھال ڈھال
میں اپنا ملک چھوڑ تیرے سنگات | کہ پھرتا اتھا تج کوں لے دین رات
اتا آشنائی کا حق یوں کروں | لجا کر سو تربت میں اوس کو دھروں

بیان مردن مہیا

کہ جیوں شاہ پایا ہوا کر اوسے | غسل دے کفن سب پنہایا اوسے
اٹھانے چلے وہیں جنازے کے تئیں | قدم کس او ٹھے نیں اندازے کے تئیں
کریں قصد جتنا گورستان پر | چلیا نیں جنازہ سو میدان پر
بڑاں حکم کیتا وہ عالی جناب | کہ جاتا جدھر کوں لجاؤ شتاب
کہ جس راہ پر تے وہ چندر بدن | پرچلی تھی قدم رکھ اپس گھر کدن
چلا دیں ادھر کو تو جانے لگیا | نہیں تو اٹک کر نہ جانے لگیا
پچھیں شہ کہیا یو جنازہ کہاں | کہ جاتا جدھر کوں لجاؤ نادان
چلیا جیوں جنازہ ادھر لے چلے | رہیا پھر اٹک اس محل کے تلے
ہوا شور یکدم بہ یکبار گی | کہ اٹکیا جنازہ سو اوس ٹھار بھی

(۱) آنسو (۲) بعد ازاں (۳) طرف (۴) اس کے بعد۔

Hanif Razvi

سُنی یو خبر جوں کہ چندر بدن | کہ اُٹکیا جنازہ اپس گھر کدھن
سو چھپ کر چھجے پر ہوئی سوار وو | تماشے بدل آ کھڑی نار وو
خبر سُن عجائب یو رنگر اپتی | نکل بھار آیا تجمل ستی
ہوئی دیکھ حیراں خلق بہوت یوں | کہ قدرت سوں اُٹکیا جنازہ سو کیوں
دیکھیا شاہ، تدبیر چلتا نہیں | جنازہ یہاں تے نکلتا نہیں
نزاں یوں بھیجا سو راجے کے پاس | سلام ہور حقیقت بدست خواص
کہ اٹکیا جنازہ چھجے تل حضور | اوسے دفن کرنا ہمن پر ضرور
ولے یو یہاں تے نکلتا نہیں | قضا یو کسی پر سمجھتا نہیں
گماں ہے ہمن پر کہ چندر بدن | کرے کچ ہنر تو یو پاوے دفن
اوسے دیکھ دیول میں آ کر اونے | "موا نیں" کہی "تو موا ہے اونے"
دونوں بیچ کیا تھا سو ظاہر اول | موا نیں ہمن پر کہیں کچ دخل
اپے آپ آ کر جنازہ یہاں | اٹک کر رہیا ہے لجانا کہاں
کرو کچ فکر سچ اندیشو تمیں | جو اس کو یہاں تھے لجاویں ہمیں
کہا جا کے قصہ یو پورا نول | سنیا جیوں دونوں کان دھر ہو خجل
کہا جیوں کہ سارا یو قصہ خواص | چلیا راجہ سنتا چ بیٹی کے پاس

Hanif Razvi

کیا چل کے ظاہر یو سارا احوال — سنی، ہور کہی یوں وو چندر جمال
یقیں کر، سمج اے مہاراج تئیں — سرانجام اس کا سو کرتی ہوں میں
درونی میں جلتی کہی بات ہنس — کہ یو کام کرتی ہوں سن راج ہنس
سرانجام اس کا سو کرنے بدل — رضا مجکوں دینا تو اے شہ نول
کہی "مج رضا دے رضا نے رضا" — "کروں گی یو میں کام ہر کس وضا"
کہا، "تج رضا ہے دل و جاں ستی — کہ ہر کیوں یو مردہ او جا یہاں ستی"
پدر کوں کہی سو ہوا نیں وو کام — کری یک عجائب میں وو نار کام
سو جا گھر میں بیٹھی نہ کس بول کر — کہی وو کہ اپنا کتھا کھول کر
اپس میں اپیں آہ مارن لگی — سنگھاتی کوں اپنے پکارن لگی
نہ دیکھی اتھی دو کہہ جنم میں کدھیں — رہی تھی سدا یو منم میں وہیں
نہ تھا عاشقی کا مجے فام کچ — یکا یک سر اوپر پڑا کام کچ
کہی یہ جو حاصل یو ہونا مجے — پھرا جواب لے کر سو دینا مجے
درد عاشقاں پر سو ہوتا ہے کیوں — سو عاشق درونی میں روتا ہے کیوں
کہاں تے یوں دو کہہ آپڑیا مج اوپر — خوشی کا مرا سب چھڑایا نگر
درو دڑا پڑیا غم کا مج نڈل بھیتر — خوشی آلی کا میرا لٹا سب شہر

Hanif Razvi

یو دو کھ آج مج جیو کا ساتھی ہوا — یو ساتھی سو مج جیو کا کھاتی ہوا

اتا جگ میں رہنا نہیں خوب کام — کہ اس باج جینا اپس کوں حرام

یو دو کھ نے جلایا جوانی جیون — چھوڑایا اونے آج میرا وطن

اپس میں اتا روؤ تا خوب نئیں — مکھ انجھواں سیتی دھوؤنا خوب نئیں

مرا دوکھ کہوں گی تو سرنے کا نئیں — حکایت مری بیگ سرنے کی نئیں

کروں جاکے بیگی یو اپنی فکر — جو ہوئے خدا کا رحم کچ گر

سو ہے عاشقاں میں یو عاشق اول — کرے قصد مل جانے یہاں تے نکل

ملوں جاکے بیگی میں اس یار سوں — جو وصل کروں جیو اس یار سوں

سو خلوت سے جیون بہار آئی اونے — سہیلیاں کوں اپنے بلائی دونے

سہیلیاں منے اک سہیلی کوں کھول — کتی ہوں تجھے میں کہ یوں جاکے بول

کہی جا رضا پاؤں سب کی رضا — میں جا دیکھوں عاشق اہے کس وزا

پدر ہور مادر کوں یو لو سلام — کہ در راج شاہی رہو تم مدام

وداع ہے ننھے ہور بڑے سوں اتا — وداع ہے زخویشاں قرابت جتا

وداع ہے عزیزاں و بھائیاں ستی — وداع ہے یو بھاناں و مایاں ستی

وداع ہے سہلیاں رہو خوش مدام — کروں جاکے عاشق سوں کچھ ہم کلام

Hanif Razvi

خدایا اس جو میں منگی بار بار — مرے بعد مل کر رہیں ایک ٹھار
دعا تو مری وو کیا مستجاب — تو اے ماں رضا دے کہ جاؤں شتاب
کہی الوداع! الوداع! الوداع — کہ ہوتی ہوں میں آج سب تیں جدا
سہیلیاں کہتیاں یوں کہ چندر بدن — تو سب سوں جدا ہوتی ہے کس لگن
کہی یوں وو نازک میٹھے بول سوں — سو بیگی ملوں جا کے اس پیو سوں
وو عاشق موا ہے جو میرے بدل — رہوں میں اتا اب سوں کس کے بدل
رضا مج کوں واجب نہیں ہے اتا — کہ ملنا ہے جا بیگ اس سوں اتا
مرا دکھ کہوں گی تو سر سے نہ اد — حکایت یو میری لبھ سے نہ اد
رضا دیو سہیلیاں اتا تم تمام — کہو جا کے میرا سبھوں کو سلام
کہ عاشق کی صحبت کروں اختیار — دونوں مل کے گلشن میں رہیں ایک ٹھار
وو چندر بدن بیٹھی اب ٹھار پر — کہی جا اتا شہ کوں بولو خبر
سو بھورا اے راجے کوں یوں جاب دی — ایس لکھ کے آفتاب کوں تاب دی
بلائی بکیس کوں ایس کن ضرور — کہی یوں کہ جا کہہ توں شہ کے حضور
کہو جا کے بھی شہ کوں میرا سلام — سو لیوں بولو شہ کوں میرے نام سوں
بجد تم ہوے ہیں کہ اے نیک نام — عطا مج ہوا عشق کے جام سوں

ع‌ ختم نہ ہو گا کہ بھلائی نہ جا سکے گی

Hanif Razvi

کہ سلطان فاضل تو فاضل اہے — جو اٹکیا جنازہ سو کامل اہے
یو ہوتا نہیں خام تمناکوں کو چھہ — کھڑے دیکھتے سب دیوانے ابوجھ
کہ وو کام آساں کروں گی جتا — تمہاری یو مشکل اہے سو دِتا
تمن پانس گر خوب عالم اچھے — کہ تحصیل اس کوں جو سالم اچھے
درنگ کر نہ بھیجو سو مج پاس لگ — جو لیاوے خبر مج تھے تمنا نلگ
گیا جاکے قاصد نے شہ کوں خبر — سُن اوس بات کوں شاہ دل شاد کر
کہا شاہ نے پھر کے قاصد کوں یوں — کہ بیچ بول چندر کتی ہے سو کیوں
کہا شاہ نے یوں مجے ہے فرض — کہ کرنا ادا ہے یو اس کا قرض
کہیا پھر کے قاصد کوں شہ نیک نام — کتا ہوں تجے میں زبانی کلام
کیا حکم اس کوں کہ بیگ کر — دیا بھیج عالم کوں شہ مختصر
کہ اپڑیا ہے عالم محل کے کنے — کھڑا ہوں تو جا بول چندر کنے
گیا جاکے قاصد پری کوں خبر — سُنی ہور محل کے لیا کے بھیتر

چندبدن از بادشاہ عالم طالب بیدو مسلمان شدن

سو اپڑیا وو عالم پری پاس جوں — انگے آ گیا ہو سلام اوس کوں یوں

Hanif Razvi

کہی پھر علیک السلام اس کو یوں | زباں کھول بولی بچن خاص جیوں
شریعت میں وو کیا روایت بہت | کہ جس تے بشر کوں ہدایت بہت
اول جس بنا سوں مسلمان ہے | دکھا وو مجی کو جو آسان ہے
کہیا یوں وو عالم علم کا بہت | شریعت میں یول ہے پری سن نکوت
خدا ایک برحق محمد بچھان | کلمہ کتے ہیں نبی کا بیان
جتی بت پرستی ستی دل صاف کر | توی دیں سمجھ کر توں انصاف کر
جو کوئی صدق اس دیں میں لاتا ہے | یقیں ہے کہ جنت وو پاتا اہے
اول کر غسل توں پری پاک ہو | سنوار آپ کوں توں سو چالاک ہو
کہیا کھول عالم شریعت بیاں | سنی کان دھر دل میں لائی ایماں
سنی جو شریعت قبولی اونے | صدق کیا کو کلمہ سو بولی انے
بزاں ہو مسلماں دل و جان سوں | کہ پاوں اجر عشق ایمان سوں
کہی جا کروں میں غسل کس ہوزا | کہ آتا نہیں مجہ غسل کا وزا
کہیا یوں وو عالم علم کا رویش | کتا ہوں پری توں یوں کر رویش
اول پاک کر دل کوں ہور تن کوں سب | بزاں آب سہ بار سٹ تن پہ سب
کہی مج رضا دے کروں جا غسل | کہا تجہ رضا ہے کہ کر جا غسل

Hanif Razvi

اوٹھی ہور گیئی بیگ حمام کوں — بیے آب کر پاک تن جان کوں

غسل کر دو چندر بدن پاک ہو — سنواری اپس کوں وو چالاک ہو

نزاں آکے عالم کوں کیتی سلام — کہی مجہ کوں کہہ بھی توں شیریں کلام

ہوا پاک مج تن ہوا صاف دل — وو عاشق انگے ییں، ہو سوں خجل

کفر دل پو کا سب ستی کاڑ دیں — ستی دیو دیول کوں سب جھاڑ دیں

خدا ایک محمد پو تے ہوں فدا — مسلمان ہوتی ہوں دل سوں اتا

وو شاہد مرا لاشریک اربی — یو برحق رسول محمد نبی

کتی ہوں کلمہ توں سن گیاں سوں — صدق لیا کے بولی ہیں ایمان سوں

کلمہ کتی ہوں شریعت بجھ لن — ہدایت ہوا حق تے مج کوں ایمان

کہی لا الہ الا اللہ بیاگ — محمد رسول ہیں سو تحقیق نیک

سنیا جیوں کلمہ دونوں کان دھر — کہ سب کوں توں جا بول بیگی خبر

ہوئی جیوں مسلماں نیت کر صواب — دلا یان عالم کوں دے یوں جواب

کہ شہ کوں دعا کر یو بولو نشاں — اتا نا اٹک سے جنازہ یہاں

کہی بس اِتا بھوت گفتار توں — نکل جا محل سوں سو ہو بھار توں

کہی ہور چلی ویں سو گھر کے بھیتر — سو اٹھ کر چلیا بھار عالم گہر

Hanif Razvi

سو یوں کہہ سوتی جگا اپن بھار دیں — نکل روح تن سوں چلیا بھار دیں
سہیلیاں سمجھتیاں کہ چندر بدن — گئی نیند باقی ہو سونے کدھن
ولے نیں سمجھتیاں کہ مہیار نے — قراں ہو کے نکلیا کہ یکبار نے
فنا ہو اپے ہور فنا کر اسے — دکھا خوب حاصل بقا پر اسے
کہاں عشق اتنا جو حاصل کرے — کرے تن فنا جیو واصل کرے
کہاں عشق ایسا جو محبوب سوں — فنا ہو کے واصل ہوے خوب سوں
جتے ہیں یو دنیا جفا سوں میں — مرے تو رہے مل کے یک گور میں
شرح سٹ مقیمی پرت پیار کا — قصہ کہہ تو پورا سو مہیار کا

وفات شدن چندر بدن

کہ جیوں بھار نکلیا وو عالم فضل — چلیا ویں جنازہ وہاں تے نکل
رواں ہوا شہ جنازے کوں لے — سو منزل پہ لیا دک اتارے تلے
لے لوگ سارے سو یکبارگی — سنوار خوب تربت سو مہیار کی
ہوا جیوں عمل سب قبر کا تمام — اٹھیا دفن کرنے کوں شہ نیک نام
شہا دیکھ کر قدرت حق بے نیاز — کہ عاشق جنازے کا کیتیا نماز

Hanif Razvi

منگیا جو قبر میں اتاروں اسے — دفن کر دینا سوں بچاروں اسے
جو دیکھیا جنازے میں مہیار کوں — تو ہے جفت مل کر سو اس نار سوں
کفن بیچ آکر وہ چندر بدن — گلے لگ کے سوتی ہے جوں ایک تن
گلے اس لگے لگ پرت پیار سوں — پرت مد محبت کی مہیار سوں
جدا ان کو ہر چند کرنے منگے — کہ دونوں کوں دو ٹھار دھرنے منگے
نکیتے اپس میں جدائی پذیر — کہ تھے عاشقاں میں یو دونے نظیر
تو یوں لگ اپس میں دو سوتے اچھے — جدا وو کسی تے نہ ہوتے اچھے
دیکھیا شاہ حیران اس حال کوں — کیا وہیچ مدفون اسی حال سوں
کیا جیوں دفن اس رسم سوں تمام — ختم کر کے کون فاتحہ و کلام
سو منزل کو انپڑا کے مہیار کوں — نکل شاہ چلیا پھر اسی ٹھار کوں
کئے کام ایسا نہ دیکھیا کنے — عجب ہو رہے لوگ جتنے جنے
سنیا کوئی نہ اچھے سے نہ ہوا ہے کہاں — جو دیکھیا اچھے کوئی پھر کے جہاں
نہ اول نہ آخر نہ ایسا ہگر — جو ہونٹاں میں ہی جیو رہیا تھا اگر
مگر جیو مٹھی میں پکڑیا اتھا — دیا جیو کچ بان یارا نہ تھا
ختم کر مرتب سو فاتحہ کلام — چلیا مطلب ستی شہ اپنا نیک نام

Hanif Razvi

سو پھر پھر بہت شاہ رونکا گیا سو بعد از اپس ملک جانا کیا

سو کرتا چلیا یاد سبحان کا تماشا عجائب دیکھ اس جان کا

وو ماں باپ سگلے سہیلیاں تمام سو روتیاں اتھیاں غم میں ہر صبح و شام

سو نگرا پتی ہور قبیلہ تمام سگل شہر کے جو اتھے خاص و عام

ہوے بھوت انھیں زرد غم تے مگر سو چندر سوں سونا پڑیا سب نگر

دنیا تو فنا ہے یقینی سہی رہیگی بچن کی نشانی یہی

تو ہر جا کہ بینی بہ سہو و خطا
مرا بد نہ گوید ز بہر خدا

مطبع اعجاز مشین پریس چھتہ بازار حیدرآباد دکن

Hanif Razvi